سوانح حیات

سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت

سلطان باہو



باہو پبلشرز جی ٹی روڈ گکھڑ - گوجرانوالہ
Ph: 250738
294219

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوانح حیات

سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت

سلطان باھُو

رحمۃ اللہ علیہ

تصنیف

حافظ محمد حمید اختر

اڈیٹر ماہنامہ سلطان العارفین

مکتبہ سلطانیہ گکھڑ گوجرانوالہ پاکستان

Ph: 250738
294219

نام کتاب: سوانح حیات

موضوع: حالات زندگی حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ

مصنف: حافظ محمد حمید اختر

ترتیب: حافظ محمد عبدالرشید شاہد القادری

ایڈیشن: 25 (پچیسواں)

کمپوزنگ: محمد افضل فراز باہو کمپوزنگ سنٹر گکھڑ منڈی فون نمبر 0431.294219

صفحات: 112

ناشر: باہو پبلشرز نزد جامع مسجد حضرت پیر عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ

جی۔ٹی۔ روڈ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ فون نمبر 0431.294219

قیمت 30 روپے

مکتبہ سلطانیہ دربار حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ ضلع جھنگ

باہو پبلشرز بالمقابل ٹیکسی سٹینڈ ڈیوڑھا پھاٹک گوجرانوالہ فون 0431.250738

فہرست مضامین

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کا مختصر تعارف

سم گرامی باھو (قدس سرہ)

لقاب ومراتب سلطان العارفین برہان الواصلین سلطان الفقر فنافی ھو

لد بزرگوار حضرت شیخ سلطان بازید محمد رحمۃ اللہ علیہ

لدہ محترمہ حضرت مائی راستی رحمۃ اللہ علیہا

ن رنگ وبو میں جلوہ گری 1039ھ 1629ء

پیرومرشد حضرت شیخ سید عبدالرحمٰن دہلوی قادری

سلسلہ طریقت قادری سروری

ن فانی سے عالم باقی کو مراجعت یکم جمادی الثانی 1102ھ (1691ء)

پہلا مزار شریف موضع قلعہ قہرگان نزد شورکوٹ

پہلے مزار شریف میں مدت قیام 1102ھ تا 1180ھ (77 سال)

سرا مزار شریف برلب چناب نزد بستی سمندری

سرے مزار شریف میں مدت قیام 1180ھ تا 1336ھ (157 سال

1336ھ (157 سال)

تیسرا موجودہ مزار شریف گڑھ مہاراجہ شہر ضلع جھنگ تین میل جانب مغرب

جودہ مزار شریف میں اب تک مدت قیام 90 سال

لاد پاک

حضرت شیخ سلطان نور محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سلطان لطیف محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سلطان صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سلطان اسحاق محمد رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شیخ سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شیخ سلطان شریف محمد رحمۃ اللہ علیہ
حضرت شیخ سلطان حیات محمد رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشین حضرات

1 حضرت شیخ سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ (1102/1161)
2 حضرت شیخ سلطان محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ (1161/1200)
3 حضرت شیخ سلطان حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ (1200/1222)
4 حضرت شیخ سلطان غلام باہو رحمۃ اللہ علیہ (1222/1263)
5 حضرت شیخ سلطان حافظ صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ (1263/1319)
6 حضرت شیخ سلطان حاجی نور احمد رحمۃ اللہ علیہ (1319/1338)
7 حضرت شیخ محمد امیر سلطان رحمۃ اللہ علیہ (1338/1350)
8 حضرت شیخ محمد حبیب سلطان رحمۃ اللہ علیہ (1350/1390)
9 حضرت شیخ حافظ محمد فیض سلطان رحمۃ اللہ علیہ (1390/1407)
10 حضرت شیخ سلطان غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (1390/1422)

سجادہ نشین نمبر 1 حضرت شیخ سلطان ولی محمد رحمۃ اللہ علیہ سے سجادہ نشین نمبر 7 حضرت شیخ محمد امیر سلطان رحمۃ اللہ علیہ تک دربار شریف کے سجادہ نشین ہی شورکوٹ شریف میں دربار عالیہ مائی باپ کے بھی سجادہ نشین ہوتے رہے حضرت شیخ محمد امیر سلطان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بڑے فرزند حضرت حضرت شیخ سلطان محمد نور الحسن رحمۃ اللہ علیہ کو دربار عالیہ مائی باپ کا علیحدہ سجادہ نشین مقرر فرمایا اس طرح شورکوٹ شریف میں اب الحاج سلطان محمد عبد المجید مدظلہ سجادہ نشین ہیں

حضرت سلطان باھو قدس سرہ کا شجرہ طریقت

حضرت سلطان العارفین و برہان الواصلین حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ و نور اللہ مرقدہٗ عن شیخہٖ حضرت شیخ المشائخ سلطان سید عبدالرحمٰن القادری جیلانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عن شیخہٖ حضرت سید عبدالجلیل القادری عن شیخہٖ حضرت سید عبدالبقا القادری عن شیخہٖ حضرت سید عبدالستار القادری عن شیخہٖ حضرت سید عبدالفتاح القادری عن شیخہٖ حضرت سلطان نجم الدین برہان پوری القادری عن شیخہٖ حضرت سید یحییٰ القادری عن شیخہٖ حضرت سید پیر عبدالجبار القادری عن شیخہٖ حضرت سیدنا پیرزادہ پیر عبدالرزاق القادری رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہٖ و شیخہٖ و مرشدہٖ قطب العارفین و مرشد السالکین سید سلطان پیر میراں محی الدین شیخ المشائخ سیدنا عبدالقادر جیلانی غوث الصمدانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ عن شیخہٖ ابی سعید المبارک المخزومی عن شیخہٖ ابی الحسن الھنکاری عن شیخہٖ ابی الفرح یوسف الطرطوسی عن شیخہٖ عبدالواحد التمیمی عن شیخہٖ ابی بکر الشبلی عن شیخہٖ ابی القاسم جنید بغدادی عن شیخہٖ عبداللہ سری سقطی عن شیخہٖ خواجہ معروف الکرخی عن شیخہٖ قبلۃ الباطن ابی الحسن سیدنا علی ابن موسیٰ الرضی قال حدثنی ابی سیدنا موسیٰ الکاظم عن ابیہٖ

سَیِّدِنَا جَعْفَرِنِ الصَّادِقِ عَنْ اَبِیْہِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ الْبَاقِرِ عَنْ اَبِیْہِ سَیِّدِنَا زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ عَنْ اَبِیْہِ سَیِّدِ شَبَابِ اَہْلِ الْجَنَّتِہِ وَ قُرَّۃِ الْعَیْنِ اَہْلُ السُّنَّتِہِ الْاِمَامُ الْحُسَیْنِ عَنْ اَبِیْہِ الْاِمَامِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ سَیِّدِنَا عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ حَدَّثَنِیْ حَبِیْبِیْ وَ قُرَّۃُ عَیْنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِیْ جِبْرَائِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَمِعْتُ رَبَّ الْعِزَّۃِ جَلَّ جَلَالُہٗ یَقُوْلُ (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ)

حضرت سیدنا معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ کے بعد سلسلہ عالیہ اس طرح بھی بیان کیا جاتا ہے

سَیِّدِنَا شَیْخْ مَعْرُوْفِ الْکَرْخِیْ عَنْ شَیْخِہٖ دَاؤدِ الطَّائِیْ عَنْ شَیْخِہٖ حَبِیْبِ الْعَجْمِیْ عَنْ شَیْخِہٖ حَسَنِ الْبَصَرِیْ عَنْ شَیْخِہٖ الْاِمَامُ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ سَیِّدِنَا عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ سَیِّدِنَا الْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ مَوْلَانَا وَ شَفِیْعِنَا وَ نَبِیِّنَا اَحْمَدِ مُجْتَبٰی مُحَمَّدِ مُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرَائِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنْ رَبِّ الْعِزَّۃِ جَلَّ جَلَالُہٗ

سلسلہ عالیہ قادریہ سلطانیہ

ہر دِ حق صرف عبادت ہو خدا کے واسطے
ہاتھ اُٹھا پھر قبلہ رُو ہو کر دُعا کے واسطے

خالقِ عالم! محمد مصطفےٰ ﷺ کے واسطے
سرورِ کونین سلطان دنی کے واسطے

اے خدا بہرِ علیِ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خیبر شکن
خواجہ بصری حسن پیرِ ہدیٰ کے واسطے

اے خدا بہرِ حبیب مہ جبیناں عجم
حضرت داؤد طائی باصفا [illegible] کے واسطے

از پئے معروف کرخی و سری با وقار
حضرت خواجہ جنیدِ حق نما کے واسطے

بہرِ شبلی بہرِ عبدالواحدِ وحدت شعار
حضرت یوسف شہِ یوسف لقا کے واسطے

از برائے بوالحسن بہرِ جمالِ بوسعید
عبدِ قادر محی دیں غوث الوریٰ کے واسطے

عبدِ رزاق و برائے عبدِ جبار اے خدا
سیدِ یحییٰ امام الاولیاء کے واسطے

بہرِ نجم الدین برائے عبدِ فتاح اے کریم
عبدِ ستار و شہِ عبدالبقا کے واسطے

از پئے عبدالجلیل و عبدِ رحمٰن ذی شرف
سرورِ سلطان باہو با خدا کے واسطے

اے خدا! حضرتِ ولی ظلِ محمد کے لیئے — اور محمد اور حسین پارسا کے واسطے

از پئے حافظ محمد حافظ قرآنِ پاک — اُس غلامِ باہُو امیں پیرِ بُڑی کے واسطے

قوم کی اصلاح کر صالح محمد کیلئے — اے خدا سُلطانِ حامد مہ لقا کے واسطے

از پئے نورِ محمد نورِ احمد اے خدا — نورِ سُلطانِ صفی اہلِ صفا کے واسطے

میر سُلطانِ طریقت کیلئے ربِ کریم — حضرتِ نورِ حسن نورِ ہدیٰ کے واسطے

از پئے شیخِ طریقت خواجہ سُلطان حبیب — وارثِ سجادۂ غوث الوریٰ کے واسطے

اِس وقت دربارِ عالی کے جو ہیں مسند نشین — کرم کر سُلطانِ جیلاں بے ریا کے واسطے

فیضِ سُلطان، میر جیلانی، شہ عبدالمجید — محو رکھ ہر ایک کو رُشد و ہدیٰ کے واسطے

جملہ نورالعین ابنائے شہِ نورالحسن — وقف کر اس بزم کو نور و ضیا کے واسطے

گلشنِ سُلطان باہُو کو سدا شاداب رکھ — نکہت و گل پاشیِ غوث الوریٰ کے واسطے

ہر ولیِ قادری کا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ

نورِ ایماں کر عطا یارب ضیا کے واسطے

باب اول

فصل اول

سلطان العارفین برہان الواصلین
حضرت شیخ سلطان باہو کا نسب شریف

سلطان العارفین برہان الواصلین قطب الکملین حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہ امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی المرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ یعنی علوی ہاشمی۔

آنحضرت قدس سرہ کا عرف اعوان ہے۔ سب سے پہلے امیر شاہ ولد قطب شاہ اعوان کے لقب سے ملقب ہوئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب خراسان کے سادات حوادث میں مبتلا تھے اور سادات عظام محض گوشہ نشینی اور مسکینی میں اپنے دن کاٹ رہے تھے۔ تو امیر شاہ والی ہرات نے سادات بنی فاطمہ کی اعانت و مدد کی۔ تاریخ اور سیر کی کتابوں سے آخر اسی قدر تحقیق ہوا کہ قبیلہ اعوان حضرت قطب شاہ علیہ الرحمتہ کی نسل سے ہے۔ جن کا نسب امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اٹھارہ صاحبزادے تھے۔ (۱) سید امام حسن (۲) سید امام حسین (۳) سید محسن (۴) امیر ابو بکر (۵) امیر عمر (۶) امیر عثمان (۷) امیر علی (۸) امیر سعد (۹) امیر سعید (۱۰) امیر طالب (۱۱) امیر ابراہیم (۱۲) امیر عقیل (۱۳) امیر زید (۱۴) امیر عباس (۱۵) امیر طلحہ (۱۶) امیر عبداللہ (۱۷) امیر زبیر (۱۸) امیر محمد حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

(نقل از مناقب سلطانی اصل فارسی بحوالہ کتاب انساب نامہ اور اس نے فتاوے غیاثی سے نقل کیا)

حضرت امیر زبیر کی والدہ ماجدہ کا نام میمنہ تھا۔ جو رستم پہلوان کی اولاد سے تھیں اور حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کے نکاح میں آئی ہوئی تھیں۔ اعوان حضرت امیر زبیر کی پشت سے ہیں۔ (مناقب سلطانی بحوالہ فتاوی غیاثی)

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کا شجرہ نسب تیس واسطوں سے حضرت امیر زبیر اور اکتیس واسطوں سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جاملتا ہے۔

چنانچہ سلطان العارفین ھادی السالکین دردریائے ملکوت ہمائے اوج لاہوت فنافی اللہ بقافی ہو، حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہ و نور اللہ مرقدہ بن حضرت شیخ سلطان بازید محمد قدس سرہ بن حضرت شیخ سلطان فتح محمد رحمتہ اللہ بن شیخ اللہ دتہ بن شیخ محمد تیمم بن شیخ محمد منان بن شیخ محمد موغلا بن شیخ محمد حیدا بن شیخ محمد سکھرا بن محمد انون بن شیخ محمد ملا بن شیخ محمد بہاری بن شیخ محمد جیمون بن شیخ محمد ہرگن بن شیخ انور شاہ بن شیخ امیر شاہ بن حضرت قطب شاہ بن شیخ امان شاہ بن شیخ حضرت شیخ سلطان حسین شاہ بن حضرت شیخ فیروز شاہ بن حضرت شیخ محمود شاہ بن حضرت فرخ شاہ بن حضرت شیخ نواب شاہ بن حضرت دراب شاہ بن حضرت شیخ ادھم شاہ بن حضرت شیخ عتیق شاہ بن حضرت شیخ سیق شاہ بن حضرت سکندر شاہ بن حضرت شیخ احمد شاہ بن حضرت شیخ جبر شاہ بن حضرت امیر زبیر بن امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و کرم اللہ وجہہ۔

نوٹ:۔ آنحضرت قدس سرہ کا یہ سلسلہ نسب شیخ المشائخ حضرت مولانا شیخ سلطان حامد رحمتہ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف مناقب سلطانی اصل فارسی سے بڑی احتیاط کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ اور انہوں نے یہ سلسلہ نسب کتاب النساب سے بحوالہ فتاوے غیاثی نقل کیا ہے۔ نیز آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ یہ کتاب (کتاب النساب) کالاباغ کے رئیس خاندانوں کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

فصل دوم

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے آباؤ اجداد کی

مدینہ منورہ سے ہجرت اور علاقہ پنجاب اعوان کار میں قیام

حضرت سلطان العارفین کا عرف اعوان ہے۔ اور قبیلہ اعوان ہاشمی علوی ہے۔ جیساکہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ بنو امیہ کی بادشاہی کے ظلم و ستم سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی میدان کربلا میں شہادت پا جانے کے بعد بنی فاطمہ (سادات) اور باقی اولاد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ دوسری بیویوں سے تھی۔ یزید بن معاویہ کی بادشاہی میں ان سب کو گرفتار کر کے دمشق پہنچا دیا گیا۔ پھر دمشق سے (بعض کو مدینہ منورہ اور بعض کو) مصر پہنچا دیا گیا۔ اور باقی جو حضرات حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں نہ آئے ہوئے تھے۔ وہ مدینہ منورہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ انور کے گرد ہی رہا کرتے تھے۔ یزید بن معاویہ مذکورہ نے بسبب عناد قلبی جب اہل مدینہ کو بغاوت کے الزام میں قتل کیا۔ اور مدینہ شریف کی ہتک اور بے حرمتی کی۔ تو ان سادات اور علوی خاندانوں کو بھی وہاں سے دوسرے ممالک میں جانا پڑا۔ باقی جو سادات کرام اور علوی عرب یا مصر یا کسی نزدیک جگہ رہتے تھے۔ حجاج بن یوسف ثقفی کے ظلم سے تنگ آکر ۷۳ ہجری میں اپنے وطن کو چھوڑ کر ترکستان اور ایران چلے گئے۔ چونکہ بنی امیہ کو بنی فاطمہ اور اولاد علی سے عناد تھا۔ اس لئے جہاں انہیں پاتے قتل کر دیتے تھے حتیٰ کہ حجاج مذکور نے ۷۷ھ (۶۹۷ء) میں مصر کی جامع مسجد کو گرا کر اپنی رائے سے پھر تعمیر کرایا۔ اس کے

ظلم کی تلوار ایسی دراز ہوئی کہ ایک لاکھ بیس ہزار صحابی سادات (بنی فاطمہ) علوی شیخ عالم شہید ہوئے اس واقعہ کی وجہ سے سادات اور علوی وہاں سے ہجرت کر کے ایران وغیرہ میں چلے آئے۔ اور طوس کے مقام پر امام علی موسیٰ رضا جو چھ واسطوں سے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سات واسطوں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ملتے ہیں۔ کسی خلیفہ عباسی کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ جو بہت متبرک مقام اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ اور ایران کے بڑے بڑے شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔

پھر سادات عظام اور علویہ ملک ترکستان کے شہر خوارزم اور بخارا' ہمدان' بغداد جو عراق عرب اور ترکستان کی سرحد ہے۔ اور فارس کے گردونواح کرمان اور شیراز وغیرہ شہروں میں آ کر مقیم ہو گئے۔ پھر ان ملکوں سے بھی بعض بنوامیہ کے عہد حکومت عباسی خاندان کی بادشاہی میں خراسان چلے آئے۔ اور ہرات وغیرہ کے اطراف و جوانب میں قرار پکڑا۔

دشت کربلا کے واقعہ کے بعد سادات بنی فاطمہ جس جگہ جاتے اور رہتے بجز عبادت الٰہی اور گوشہ نشینی کے اور کچھ شغل اور دنیوی کام نہیں کرتے تھے۔ اور بنی علویہ (جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دوسری بیویوں سے اولاد تھی) جس جگہ جاتے تھے۔ حتی الامکان اپنی خاندانی حشمت اور امارات کے مدعی تھے۔ چونکہ ایران کے ملک سے وہ خراسان میں آئے تھے۔ سادات بنی فاطمہ بدستور گوشہ گزینی اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوئے۔ اور باقی قبیلہ ہاشمی علویہ نے ہرات کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ تخت ہرات پر شاہ حسین نے قبضہ کیا تھا۔ اس کا بیٹا امان شاہ اپنے باپ کے بعد مسند نشین ہوا۔ جو سادات بنی فاطمہ کی بہت اعانت کیا کرتا تھا۔ اسی وجہ سے اس کی اولاد کا لقب اعوان ہوا۔ یعنی معاون سادات چنانچہ مہاجر' انصار اور اعوان تین چار پشت تک ہرات کی ریاست میں رہے۔ اس کے بعد مغلوبیت کے

سبب معہ سادات بنی فاطمہ خراسان سے بھی عباسیہ خاندان کے آخری عہد میں پنجاب اور خراسان کے سرحدی علاقہ دریائے اٹک کے کنارے کالا باغ میں پہنچے۔

سادات بنی فاطمہ آہستہ آہستہ اوچ' بلوبٹ' چوہاسیدن ودنداشاہ بلاول وغیرہ میں مقیم ہو کر عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ لیکن قبلہ اعوان نے اپنی شجاعت کے سلیقہ سے مردانگی کا ہاتھ ہمت کے تلواروں کے قبضہ پر رکھا۔ اور بزور شمشیر کالا باغ اور اس کے گردونواح کا علاقہ خٹک اور جنجوہا اقوام کے ہندو راجاؤں سے جو فسادیوں کا گروہ مشہور تھا۔ چھین لیا' کالا باغ پر قبضہ کر چکنے کے بعد انہوں نے دریائے اٹک کے مشرقی کنارہ کا ارادہ کیا۔ مشرقی کوہستان' کوہ پکھڑلو' کوہ سون وکوہ سکیسر، وناڈھاو کھون وغیرہم) کے ہندو راجاؤں نے جو خٹک اور جنجوہا اقوام کے تھے یہاں مختلف ریاستیں قائم کر کے مضبوط قلعے اور قدیمی یاغستان بنا رکھے تھے۔ اعوان نے ان راجاؤں سے لڑنا شروع کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان راجاؤں کو تہ تیغ کر کے کوہستان مذکورہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن پھر اپنی دینداری اور پرہیزگاری کے باعث رہنے سہنے کے لئے اپنے شہر اور گاؤں الگ آباد کر لئے جن کا نام اعوان کار پڑ گیا۔

ان راجاؤں کی نسل کے بقیہ لوگ جو اس وقت ہندو اور بت پرست تھے۔ کوہستان سے بھاگ کر مذکورہ پہاڑوں کے دامنوں میں آباد ہو گئے۔ اور وہاں شہر بنا لئے۔ آخر کار اپنی کمزوری اور اسلام کی سچائی کی وجہ سے وہ بھی دولت اسلام سے مشرف ہو گے۔ ابھی تک راجگان مذکورہ کی قومیں پہاڑ کے دامنوں مزبور کتھ' پنڈ دادنخاں' احمد آباد' للہ کہانہ' ڈلوال وغیرہ میں مقیم ہیں۔ اور سکھوں کے عہد حکومت تک وہ قبیلہ اعوان کے ساتھ ملک کوہستان کا دعویٰ کرتے اور لڑائی جھگڑا رکھتے تھے۔

قبائل اعوان اگرچہ کوہستان مذکور میں تفرقہ' خانہ بدوشی اور خوشامدانہ باتوں

کی وجہ سے عربی عادات، اپنے بزرگوں کی رسومات، خاندانی قوانین اور حسن اخلاق سے اپنی اولاد کو محروم کر چکے ہیں۔ پھر بھی ہاشمی علوی خاندانی بزرگی کی وجہ سے بعض علامتیں اب تک ان میں پائی جاتی ہیں۔ شجاعت، سخاوت، مہمان نوازی، لین دین میں کھرا ہونا، دیانتداری، دینداری، امین، عہد کے پکے، بامروت، صاحب حیا، اور صاحب وفا ہیں۔ تمام مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، سخی اور بہادر ہیں۔ مہمان نواز اس حد تک ہیں کہ اپنا گوشت پوست بھی مہمان کے لئے خرچ کر ڈالنے سے گریز نہیں کرتے۔ اپنا سارا مال مذکورہ بالا خصائل میں خرچ کر دیتے ہیں۔ اس قوم کا اعلیٰ و ادنیٰ کبھی آسودہ حال نہیں ہوتا، بلکہ نیک کاموں میں مال صرف کر دینے کی وجہ سے ہمیشہ مقروض ہی رہتے ہیں۔

اس علاقہ میں دینداری، پرہیزگاری کا بڑا چرچا ہے۔ حرام کا یہاں مطلق رواج نہیں۔ اگر اتفاقاً ایسا ہوا، تو حلال اور مشکوک کو الگ الگ رکھتے ہیں۔ اعوان کاری میں کوئی امر جو خلاف شرع ہو اس کا رواج نہیں۔ یعنی کنجریوں کا تماشہ، نقالوں کا پیشہ، نشہ آور اشیاء کا استعمال اور دوسرے بڑے فعل زناکاری، اور حرام خوری بالکل نہیں۔ بلکہ عربی علم پڑھنا، قرآن کریم کا حفظ کرنا اور کرانا، نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا، رمضان شریف کے پورے روزے رکھنا، مسجدوں کی تعظیم کرنا اور دوسرے ایسے نیک خصائل پر عمل پیرا ہونا ان کا خاص شیوہ ہے۔ اور ہزارہا عورتیں اور مرد حافظ قرآن، پرہیزگار، خدایاد، حلال خور اور راست گو ایسے بھی موجود ہیں کہ جن کی زبان پر جھوٹ آیا ہی نہ ہو۔ اور کسی کی طاقت نہیں کہ اعوان کاری میں ظاہر طور پر فسق و فجور اور برے کاموں کا مرتکب ہو۔

نیز قبائل اعوان میں ایک علامت ہاشمیہ اور سادات علویہ کی یہ بھی موجود ہے کہ ابھی تک اعوان قبائل کے مردوں کے نام سادات قوم سے ملتے جلتے ہیں مثلاً شیر شاہ، غلام شاہ، محمد شاہ، مزمل شاہ وغیرہ کیونکہ شاہ کا لقب اس ملک میں اکثر قریشی،

ہاشمی، علوی خاندان کا ہے۔ اور قبائل اعوان جو دراصل علوی خاندان سے ہیں، شاہ کے لقب سے بلائے جاتے ہیں۔ حادثات اور تفرقات کے باعث قبائل کی اصل پہچان اپنے دستور پر نہیں رہی ہے۔ جیسے کہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا حال ہوا کہ جب وہ آپس میں جدا جدا ہوئے تو ان کی اصل پہچان اپنی جگہ پر قائم نہ رہی بلکہ معدوم ہو گئی۔ اسی طرح سادات بنی فاطمہ یعنی اولاد امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب عرب کے ملک سے جدا ہوئے، تو جو گیلان میں رہے گیلانی جو بخارا میں آئے بخاری، جو ہمدان میں گئے ہمدانی، جو کرمان میں پہنچے کرمانی، جو گردیز میں مقیم ہوئے گردیزی اور جو کوئی مشہد مقدس میں آکر رہے مشہدی سید مشہور ہوئے۔ حالانکہ تمام خاندان حسنی و حسینی۔ جدا جدا ممالک میں رہنے کے باعث گیلانی، بخاری وغیرہ ہو گئے۔ علیٰ ہذا القیاس قبیلہ، علوی کا بھی "علویت" کا لقب "اعوان" سے لقب اور مبدل ہو گیا جیسا کہ مذکور ہوا ہے۔ (مناقب سلطانی)

فصل سوم

سلطان العارفین ہادی السالکین حضرت
شیخ سلطان باہو قدس سرہ کے والدین شریفین

سلطان العارفین برہان الواصلین قطب الکاملین شیخنا و مرشدنا حضرت سلطان باہو قدس سرہ کے بزرگان اسلاف کا خاندان بھی ان اعوان خاندانوں کی طرح جو مانکان کالا باغ و مانکان سہال تھے۔ ملک سون کے روساء کے خاندانوں سے تھا۔ جو دہلی کے بادشاہوں کے دربار میں پشت بہ پشت ملکی ریاست کے منصب دار تھے۔ یہاں تک کہ حضرت بازید محمد قدس سرہ والد ماجد حضرت سلطان العارفین سلطان باہو ملک

مذکورہ کے منصب دار ہوئے۔ آپ ایک صالح، شریعت کے پابند، حافظ قرآن، فقیہ مسئلہ دان علاقہ دار شاہی ملک کوہستان اعوان کار کے صاحب استمرار اور سلطنت دہلی کے منصب دار تھے۔ آپ نے اولاد کی خاطر وسط عمر میں حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا سے نکاح کیا۔ حضرت بی بی صاحبہ آپ کی ہم کفو بڑی نیک اور شریف عورت تھیں۔ حضرت بازید محمد قدس سرہ پر آپ کی پرہیزگاری کا بڑا اثر پڑا۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت بازید محمد قدس سرہ کے دل میں محبت الٰہی جوش زن ہوئی خیال آیا کہ افسوس اس قدر عمر مفت گنوائی۔۔ یہ مردی نہیں کہ بیوی تو خدا دوست ہو اور اس کا شوہر غفلت اور حرص و ہوا میں مبتلا ہو۔ آخر فیض ازلی نے آپ کو متنبہ کیا۔ اور آپ نے **ففروا الی اللہ** کے بموجب دنیا ترک کر دی۔

چنانچہ اسی وقت ہتھیار لگا کر گھوڑی پر سوار ہوئے۔ اور ملتان کا رخ کیا۔ جب وہاں پہنچے تو راہ گیر اور چوکیدار آپ کو ایک ذی عزت، رعب دار اور بے سامان سوار پا کر حسب ضابطہ ناظم ملتان کے پاس لے آئے۔ ناظم ملتان نے حضرت بازید محمد قدس سرہ کا چہرہ مبارک، لباس، آلات جنگ اور سواری کی گھوڑی جس کا نام سون پری تھا۔ دیکھی تو اصل حالات دریافت کئے۔ لیکن آپ نے اصل بھید کو پوشیدہ رکھا۔ اور تین شرائط پر ملازمت کی درخواست کی۔

اول:۔ یہ کہ میرا مکان علیحدہ کسی پاک گوشہ میں ہو۔

دوم:۔ میں کسی کو حاکم اور اپنے آپ کو اس کا فرمانبردار نہیں مانوں گا۔

سوم:۔ ملازموں کی طرح کسی بڑے افسر کو خلاف شریعت سلام نہیں کروں گا۔

ناظم ملتان نے آپ کی تینوں شرطیں منظور کر لیں۔ پھر آپ ملتان میں ایک علیحدہ مکان کے اندر پاک گوشہ میں یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور آخر ایک ولی کامل اور بارگاہ الٰہی کے خاص بندے ہوئے۔

حضور غوث الثقلین محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ اپنی تصنیفات میں فرماتے

ہیں- کہ اللہ تعالیٰ کا قرب واصل صرف ایک قدم میں نصیب ہو سکتا ہے- یعنی دنیا سے قدم اٹھا کر قرب الٰہی میں رکھنا- پس جس شخص کو اللہ جل مجدہ ظاہری وسیلہ اور سبب کے بغیر خود بخود فیض و فضل سے اپنے قرب کی طرف کھینچ لے- اسے مجاہدات کی کیا ضرورت وہاں دیر ہی کیا- اس راہ میں عقل و فکر اور دانائی کا گھوڑا لنگڑا ہے- یہ فضل الٰہی ہے- وہ جسے چاہے عنایت کرے- وہ صاحب فضل عظیم ہے- اور ہر چیز پر قادر ہے- اگرچہ یہ دور دراز کی منزل ہے- جو کوسوں اور فرسنگوں کی قید میں نہیں آسکتی- اور نہ ہی اسے زور بازو سے طے کر سکتے ہیں- مگر یاد رکھئے عشق ایک ایسی آگ ہے جو غیر حق کو جلا دیتی ہے- جذبہ محبت الٰہیہ میں غرق ہونے سے غیر حق سے قطع تعلق کرنا کوئی مشکل امر نہیں-

پھر جذبہ بھی دو قسم کا ہے- ایک جو مجاہدات کی کثرت سے حاصل ہوتا ہے- اور دوسرا جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نصیب ہوتا ہے- جس میں ظاہری کوئی سبب یا وسیلہ نہیں پایا جاتا- جو جذبہ حب الٰہی ظاہری سبب کے ساتھ پیدا ہوتا ہے- وہ مرشد کامل کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی قابلیت کے مطابق چالیس سال یا بارہ سال یا اس سے بھی کم عرصہ کی ریاضت اور مجاہدہ کے بعد ہوتا ہے- اور جو جذبہ محض فیض و فضل ایزدی سے حاصل ہوتا ہے- اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا- قادر مطلق جس وقت چاہے بندے کا دل اپنی طرف پھیر لے- اور غیر کی محبت اس سے مٹا دے- اور اس پر کئی واقعات شاہد ہیں- چنانچہ حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ بلخ کے بادشاہ تھے' بہت سی رعایا آپ کے ماتحت تھی- ایک رات تخت پر لیٹے ہوئے تھے کہ آدھی رات کو محل کے چھپر پر کسی کے چلنے کی آواز آئی- آپؒ نے آواز دی کہ کون ہے "جواب ملا کہ آپ کا واقف کار- میرا اونٹ گم ہو گیا ہے اسے تلاش کر رہا ہوں- آپؒ نے فرمایا تعجب ہے کہ تم اونٹ کو محل پر تلاش کرتے ہو؟ جواب ملا" اے غافل! کیا اللہ تعالیٰ کو اطلسی کپڑوں اور سنہری

تخت پر تلاش کرنا اس سے بھی زیادہ عجیب نہیں" یہ بات سن کر آپؒ کا دل کانپ گیا۔ رات بڑی بے چینی سے کاٹی صبح کو دربار عام کیا' ذرا دل سنبھالا دیکھا کہ تمام امراء و وزراء اپنی اپنی جگہ بیٹھے ہیں۔ ایک بارعب شخص جسے کسی کی پرواہ نہیں' بڑی جرات کے ساتھ دربار میں گھس آیا۔ کوئی آدمی اسے روک نہ سکا۔ وہ سیدھا تخت کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ آپؒ نے پوچھا کیوں بھائی کس کی تلاش ہے؟ اور یہاں کیسے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا میں اس سراء میں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ نے کہا' یہ سراء نہیں یہ تو شاہی محل ہے۔ پھر اس اللہ کے بندے نے پوچھا اچھا یہ بتاؤ اس محل کا پہلے کون مالک تھا؟ آپؒ نے فرمایا میرا باپ! اس مرد خدا نے پوچھا آپ کے باپ سے پہلے؟ فرمایا میرا دادا۔ اسی طرح وہ پوچھتا رہا آپؒ جواب دیتے رہے۔ آخر اس مرد کامل نے کہا تو کیا پھر یہ سرائے نہیں جس میں ایک جائے اور دوسرا آئے؟ سرائے بھی تو ایسی ہی جگہ کو کہتے ہیں۔ اتنا کہا اور وہ شخص باہر نکل کر نظروں سے غائب ہو گیا۔ حضرت ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ تن تنہا اس کے پیچھے دوڑے اور آخر اسے تلاش کر لیا۔ پوچھا آپ کون ہیں؟ وہ مرد کامل بولے کہ "میں خضر (علیہ السلام) ہوں۔" یہ سنتے ہی آپ نے جنگل کی راہ لی' اور بہت جلد آپؒ پر ملکوت کا دروازہ کھل گیا۔ صاحب یقین ہوتے ہی آپ کے تمام کپڑے آنسوؤں سے بھیگ گئے۔ شاہی لباس ایک مسافر کو دے دیا اور خود خلعت فقر پہن کر دنیائے ولایت کے بادشاہ بن گئے۔"

حضرت فضیل عیاض جو چوروں کے سردار تھے' جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ایک دم میں ایک قدم پر خدا رسیدہ ہوئے۔

یوں ہی اصحاب کہف کا قصہ بھی قابل غور ہے جسے خود قرآن حکیم نے بیان کیا' اور جس کی تفصیل تفاسیر میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ان اصحب الکھف والرقیم کانوا من ایتنا عجبا "واقعی اصحاب کہف اور رقیم ہماری

عجیب نشانیاں تھیں۔"

ادھر بر سر مطلب حضرت بازید محمد قدس سرہ کو ملازمت اختیار کئے ہوئے ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ راجہ مروٹ اور صوبہ دار ملتان کے درمیان مشترکہ سرحد کے بارے میں کچھ جھگڑا سا ہو گیا۔ جو رفتہ رفتہ لڑائی کی صورت اختیار کر گیا۔ ملتان کے صوبے دار نے اس پر چڑھائی کی۔ حضرت بازید محمد قدس سرہ چونکہ تنہا رہتے تھے۔ اس لئے آپ کو اس وقت کسی نے یاد نہ کیا۔ آپ نے خود بخود گھوڑی پر ضروری سامان باندھا۔ ہتھیار لگائے۔ سوار ہو کر ناظم ملتان کے پاس آئے۔ اور لڑائی میں جانے کے لئے کہا۔ ناظم نے پوچھا آپ کس پلٹن کے ساتھ فوج میں شریک ہوں گے۔ آپ نے فرمایا چونکہ میں علیحدہ ہی تنخواہ کھاتا رہا ہوں۔ اس لئے اب اس خدمت کو بھی علیحدہ ہی سر انجام دوں گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ عالی ہمت اشخاص سے محبت رکھتا ہے۔ کچہری کے آدمی یہ بات سن کر مسکرائے۔ ناظم نے کہا کہ جس طرح یہ مرد خدا خوش ہو۔ اسی طرح اسے کرنے دو۔ پھر آپ کے کہنے پر ناظم ملتان نے آپ کو راجہ مروٹ کی تصویر دی۔ اور ایک آدمی راستے کا واقف ساتھ بھیجا۔ آپ نے شہر میں داخل ہو کر ساتھی کو واپس کر دیا۔ چونکہ آپ پر ایلچی یا وکیل کا گمان تھا۔ اس لئے بلا روک ٹوک کچہری میں چلے گئے۔ آپ نے زین کے قربوس سے توبرہ (شکار بند) لٹکایا ہوا تھا۔ کچہری کے اندر داخل ہو کر گھوڑی کو علیحدہ کھڑا کیا۔ تصویر کے مطابق راجہ کو دیکھا۔ اور معلوم کیا کہ اس جگہ سے ٹھیک وار ہو سکتا ہے۔ تلوار اٹھائی، اور شیروں کی طرح گرج کر کہا' بہادر و خبردار! میں تمہاری جان کا خواہاں ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب پر غالب آئے۔ شہر کے دروازے بند ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ دروازوں کا کھولنے والا ہے۔ بطور خرق عادت اور ظہور کرامت گھوڑی سون پری کو ایسی توفیق عطا فرمائی۔ کہ قلعہ کی ایک دیوار سے صحیح سلامت کود گئی۔

اگرچہ آنحضرت قدس سرہ کی اس کرامت پر مخالفین کو نکتہ چینی اور حرف گیری کا موقع مل سکتا ہے لیکن اگر دیانت داری کے ساتھ تاریخ کا مطالعہ کیا جائے۔ تو آنحضرت قدس سرہ کی اس کرامت کے شاہد ایسے کئی واقعات ملیں گے۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مٹھی بھر مسلمانوں کو لاکھوں کی تعداد میں دشمنوں پر فتح نصیب کی۔ فتوح الشام اور فتوح المصر کو دیکھیں جن میں صحابہ کرام کی روایات سند بسند اس قسم کے واقعات کے متعلق درج ہیں۔ ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجاہدین اسلام علیہم الرضوان سے اس قسم کے محال معاملات کس قدر وقوع میں آئے۔ اور کیسی کیسی جواں مردیاں ظہور میں آئیں۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں، ورنہ کچھ عرض کئے دیتا۔ مولا تعالیٰ کی قدرت کا تو کسی کو انکار نہیں۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جسے چاہتا ہے اپنی مدد سے تائید کرتا ہے۔ اور وہ صاحب فضل عظیم ہے۔

حضرت بازید محمد قدس سرہ ملتان کے صوبہ دار کے پاس راجہ مروٹ کا سر لے آئے اور سلام کیا۔ ابھی لشکر اور اہل لشکر راہ ہی میں تھے۔ کہ یہ عجیب کام ظہور میں آیا۔ گرد و نواح اور خصوصاً" بادشاہ دہلی کے پاس حضرت بازید محمد قدس سرہ کی تصویر، حلیہ اور گھوڑی کی تصویر پہنچ گئی۔ چونکہ آپ صاحب شان اور منصب دار شاہی تھے۔ اس لئے آپ کے گھر سے نکلتے ہی نوکر چاکر سب آپ کی تلاش میں تھے۔ جب آپ کی تلاش کرنے والوں نے حضرت بازید محمد قدس سرہ کا نام سنا تو یقین کیا کہ گھوڑی اور اس کے سوار آپ ہی ہیں۔ اور یہ کام بفضل الٰہی آپ ہی نے کیا ہے۔ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ کے دو ماموں جو آنحضرت قدس سرہ کی والدہ ماجدہ کے حقیقی بھائی تھے۔ حضرت بازید محمد قدس سرہ کے پاس گئے، ملاقات کی اور واپس تشریف لے جانے کے لئے کہا لیکن آپ نے فرمایا کہ اپنی ہمشیرہ (حضرت بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا) سے پوچھو اگر انہوں نے بھی واپس جانے کے

لئے کہا تو میں وطن چلا جاؤں گا۔

چنانچہ جب مائی صاحبہ سے پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا یہ سر الٰہی ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے پیٹ میں سلطان باہو (قدس سرہ) نامی فرزند ہے۔ جو مادر زاد ولی اللہ ہو گا۔ اس کی پیدائش اور اس کا ظہور علاقہ چناب میں ہو گا۔ یہ لڑکا تارک الدنیا ہو گا۔ ہمیں بھی اس کے لئے دنیا ترک کرنے کا حکم ہے اس لئے مجھے حضرت بازید محمد قدس سرہ کے پاس پہنچا دو۔ چنانچہ آپ کو ملتان پہنچا دیا گیا۔

سلطنت دہلی کی طرف سے بھی حضرت بازید محمد قدس سرہ کی تلاش کے اشتہار جاری تھے۔ تحقیق ہو چکنے کے بعد حضرت بازید محمد قدس سرہ کے متعلق فرمان شاہی جاری ہوا۔ کہ آپ پھر اپنے وطن مالوف میں پہنچ کر اپنی ریاست کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ لیکن آپ نے درخواست کی کہ میں باقی عمر اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہوں گا۔ چونکہ سلطنت اسلامی تھی۔ اس لئے آپ کی درخواست منظور ہو گئی۔ اس کے بعد آپ شور کوٹ تشریف لے گئے۔ جو پرگنہ ملتان میں واقع تھا۔ اور بہت متبرک مقام تھا۔ وہاں بزرگوں اور شہیدوں کی زیارت گاہیں اور مقبرے بکثرت تھے۔ وہاں کے باشندے بھی زیادہ تر عالم تھے۔ جمعہ اور دونوں عیدوں کی نماز بھی حاصل ہو جاتی تھی۔ بادشاہ شاہ جہان نے پچاس ہزار بیگھ زمین اور ایک سالم گاؤں قہرگان جو ملتان کے پرگنوں میں سے پرگنہ شور کوٹ سے متعلق تھا۔ اور جس کے مکانات پختہ اینٹوں سے بنے ہوئے تھے۔ بمعہ چند آباد کنوؤں کے شاہی املاک سے آپ کو بطور انعام دیا۔ (حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ کا جنازہ بھی پہلی دفعہ اسی موضع قہرگان کے ایک قلعہ کے اندر دفن کیا گیا تھا۔) پھر حضرت بازید محمد قدس سرہ اور مائی صاحبہ بی بی راستی قدس سرہ سرہانے مستقل طور شور کوٹ میں سکونت اختیار فرمائی۔

باب دوم

فصل اول

سلطان العارفین حضرت شیخ سلطان باھو قدس سرہ کی پیدائش

حضرت بازید محمد قدس سرہ اور مائی صاحبہ کو شور کوٹ اختیار کیے ابھی چند دن ہی گزرے تھے۔ کہ مولا تعالیٰ نے انہیں ان کی تمناؤں کے عین مطابق آسمان روحانیت کا درخشندہ ستارہ عارفوں کا بادشاہ، گمراہوں کو راہ راست پر چلانے والا مردہ دلوں کو اپنی توجہ خاص سے زندہ دل کر دینے والا، فانی فے اللہ باقی باللہ سلطان باہو (قدس سرہ) فرزند ارجمند عطا فرمایا۔

صحیح روایات کے مطابق آپ شاہ جہان کے عہد ۱۰۳۹ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت کے وقت خوارق عادات اور کرامات مثل حضرت محبوب سبحانی حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظہور میں آئیں۔ آپ مادر زاد ولی اللہ تھے۔ چونکہ آپ کے والدین بھی خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ اس لیئے انہوں نے اپنے نور نظر لخت جگر کے حال کے عین مطابق سلطان محمد باہو قدس سرہ نام رکھا۔ بزرگوں نے باہو نام ہونے کے بہت سے اسرار لکھے ہیں۔ لہذا باہو کے معنی ہر آن میں اس کی رضا مد نظر رکھنے والے فنافی اللہ بقافی ہو۔

مدارج سلطانی میں آپ کے حسب ذیل نناوے منقول ہیں۔

هو السلطان الذی لیس کمثلہ سلطان الا سلطان شیخ						
محمد باهو حامد الله	محمد باهو محمود الله	مسعود	ناصر			
منصور	مغفور	مسرور	ناظر	منظور	ذاکر	مذکور
قابل	مقبول	واصل	مقرب	طالب	مطلوب	حبیب
محبوب	مرغوب	عاشق	معشوق	صادق	مصدق	خالص
مخلص	محسن	حکیم	حلیم	عظیم	کریم	کلیم
هادی	مهدی	ولی	سنی	قادری	سروری	خلیل
جمیل	وکیل	صفی	تقی	نقی	قریشی	هاشمی
طیب	طاهر	مطهر	خطیب	امی	فصیح	ملیح
سراج	منیر	بشیر	نذیر	خلیق	شفیق	رفیق
عتیق	غریق	حق	مبین	متین	امین	مکین
اول	آخر	ظاهر	باطن	رحمت	عادل	عالم
عامل	کامل	مکمل	اکمل	فاتح	حافظ	شهید
مرید	مرشد	عابد	زاهد	مومن	متوکل	عارف
شیخ	کبیر	امیر	فقیر	غریب	غوث	قطب
مفسر	محدث	سلطان اولی من کل السلطان قدس الله سره				

نوٹ:- طالب کو چاہئے کہ ہمیشہ آپ کے ان اسماء شریف کو بطور وظیفہ پڑھتا رہے --- اور جب کبھی مشکل پڑ جائے تو ہر نماز کے بعد آپ کے ذاتی اسم شریف کا وظیفہ اس طرح پڑھا کرے۔ **یا حضرت شیخ محمد باہو شیئاللہ امددنی فی سبیل اللہ** بیشک آپ پکارنے والے کی مشکل کو تشریف لا کر باذن اللہ تعالیٰ آسان فرمادیں گے۔ چنانچہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

باہو روحانی مکان و لامکاں
نور حاضر نور شد با جسم و جاں

مگر یقین کامل ہونا شرط ہے۔

آپ کے صفاتی اسم حق اور ذاتی اسم باہو کو ملا کر حق باہو بلند آواز سے پڑھنے کا وظیفہ بھی نہایت مجرب ہے۔ جو دو ایک نہیں لاکھوں طالبوں کا آزمایا ہوا ہے۔ اس وظیفہ کو بلا ناغہ پڑھنے سے دل کی سیاہی دور ہو جاتی ہے۔ قلب روشن اور سینہ منور ہو جاتا ہے۔ اور چند ہی دنوں کے اندر مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

بعض کور باطن اپنی کم فہمی اور نادانی کے باعث حق باہو پڑھنا ناجائز بلکہ معاذاللہ کفر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان نادانوں کو اتنی خبر نہیں کہ یہاں لفظ حق سے مراد اللہ تعالیٰ کا اسم حق نہیں۔ بلکہ لفظ حق یہاں راست' درست اور سچ مچ کے معنی اور مفہوم میں استعمال ہوا ہے جو لفظ باطل کی ضد ہے۔ یعنی یہ بالکل سچ ہے کہ آنحضرت باہو یعنی باخدا ہیں۔

فصل دوم

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کا بچپن

بچپن ہی میں آپ کے روحانی کمالات کے ظہور سے آئندہ زندگی کی تصویر نمایاں تھی۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ قدس سرہا کا دودھ رمضان المبارک میں سحری سے لے کر شام تک نہیں پیتے تھے۔ یعنی اپنے والدین کی طرح صائم رہتے تھے۔ جب دایہ آپ کو سیرو تفریح کے لئے گھر سے باہر لے جاتی تو آپ کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر اکثر ہندو لوگ کلمہ طیب پڑھ لیتے تھے۔

چنانچہ منقول ہے کہ ایک روز شہر کے تمام ہندو اکٹھے ہو کر آپ کے والد ماجد حضرت بازید محمد قدس سرہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ دایہ آپ کے فرزند ارجمند کو وقت بے وقت باہر لانے سے ہمارے دین کا سخت نقصان کرتی ہے۔ آپ مہربانی فرما کر اپنے برخوردار کے لئے سیرو تفریح کا وقت مقرر کر دیں۔ ہم اپنے دین کی حفاظت کے لئے منادی کرنے والے ملازم رکھ لیں گے۔ آپ نے ان کی درخواست منظور فرمالی چنانچہ ہندوؤں نے اس کام کے لئے نوکر مقرر کر لئے۔ اور انہیں تاکید کر دی کہ جس وقت حضرت بازید محمد قدس سرہ کا صاحبزادہ محمد باہو قدس سرہ گھر سے باہر تشریف لائے فوراً با آواز بلند منادی کر دیں۔ جب نوکر منادی کرتے تو ہندو لوگ فوراً اپنی دکانوں یا مکانوں کے اندر گھس جاتے۔

سلطان الاولیاء امام الاتقیا حضرت شیخ سلطان حامد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت سلطان شیخ غلام باہو قدس سرہ کی زبان درفشاں سے خاص وقتوں میں جب کہ آپ اسرار بیان فرمایا کرتے تھے۔ یہ سنا کہ شروع سے لے کر آخر تک سلطان العارفین حضرت سلطان باہو کی نگاہ مبارک جس غیر مسلم پر پڑی

وہ فوراً کلمہ طیب پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ سبحان اللہ یہ کتنا بڑا فضل خداوندی ہے۔ کہ اس نے اپنے حبیب پاک علیہ الصلوۃ والتسلیمات کی امت کے اولیا کی نظر میں اتنی تاثیر پیدا کردی۔

روایت ہے کہ عالم طفولیت میں ایک دفعہ جب آپ بیمار ہوئے تو آپ کی اجازت سے لوگ ایک برہمن طبیب کو بلانے کے لئے اس کے گھر گئے۔ برہمن نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں وہاں گیا تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ بہتر یہی ہے کہ آپ ان کا قارورہ یہاں لے آئیں۔ مریدوں نے ایسا ہی کیا جب اس برہمن طبیب نے قارورہ کی بوتل اٹھا کر دیکھا تو بے ساختہ اس کی زبان سے کلمہ طیبہ جاری ہوگیا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آپ کی یہ کرامات گردو نواح میں ابھی تک مشہور ہے اور یہ تو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور ہزاروں خاص وعام دیکھتے ہیں۔ اور انشاء اللہ العزیز قیامت تک دیکھتے رہیں گے۔ کہ جس وقت لوگ آپ کے مزار مقدس کی زیارت کے لئے خانقاہ شریف کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ تو مزار شریف کو دیکھتے ہی بے اختیار ذات الٰہی کے شوق سے رونے لگ جاتے ہیں۔ اور ذکر جہران کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ سینکڑوں بانصیب آدمی صاحب حال زندہ دل صاحب تاثیر ذاکر روحی ہو جاتے ہیں۔ یہ محض کمال اطاعت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ وبارک وسلم کا نتیجہ ہے۔

فصل سوم

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بیعت

چونکہ آپ مادر زاد ولی اللہ اور فیض ازلی سے بہرہ مند تھے۔ اس لئے بچپن میں

ہی آپ پر واردات و جذبات الٰہی طاری ہونے شروع ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ان تجلیات الٰہیہ کی کثرت کے سبب مجھے ظاہری علم حاصل کرنے کا کوئی وقت نہیں بچتا تھا۔ لیکن علم باطن کی فتوحات اس قدر تھیں کہ کئی دفتروں میں نہ سما سکیں۔

اگرچہ نیست مارا علم ظاہر
ز علم باطنی جاں گشتہ طاہر

علم تصوف اور سلوک طریقت کے موضوع پر آپ نے علوم باطن کے کشف سے فارسی اور عربی زبان میں ایک سو چالیس کتابیں لکھی ہیں۔ جن کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ اگر یقین کامل کے ساتھ ان کا مطالعہ کیا جائے تو راہ سلوک میں طالب اللہ کے لئے رہبر کامل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور سچ بات تو یہ ہے کہ اگر آپ کی تصانیف کا بلا ناغہ مطالعہ کیا جائے۔ تو ظاہری طور پر بھی کسی بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ اور طالب کی اس حاجت کو بھی حضور سلطان العارفین قدس سرہ اپنی ذات اقدس سے پورا فرما دیتے ہیں۔ ہمارا یہ کہنا خوش اعتقادی ہی نہیں بلکہ یہ ایک حقیقت ہے۔ اور بعد از وفات آپ کی ذات گرامی سے فیض حاصل کرنے والے بزرگوں کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر کے لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔

اکثر تصانیف میں آپ کا یہ ارشاد موجود ہے۔ کہ میں نے یہ کتابیں سرور دو عالم حبیب خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مخلوق کی تلقین کے لئے لکھی ہیں۔ اور یہ کتابیں طالب کے لئے رہبر کامل اور مرشد اکمل ہیں۔ جس طالب کو مرشد کی تلاش ہو۔ اور طلب مولیٰ میں بے قرار ہو۔ اسے چاہیے کہ وہ آپ کی اصل فارسی کتابوں کا مطالعہ کرے۔ جو تھوڑی مدت میں اسے منزل مقصود تک پہنچا دیں گی۔ آپ کی اس کرامت میں کچھ شک نہیں۔ متعدد اشخاص نے فائدہ اٹھایا فیض ازلی سے بہرہ مند ہوئے۔ اور نعمت لازوال سے مالامال ہو کر دنیا سے بے

نیاز ہو گئے۔ جس طرح انوار و تجلیات الہیہ کی کثرت کے سبب آپ کو ظاہری علم پڑھنے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ اسی طرح ورد و ظائف کے لئے بھی وقت نہیں بچتا تھا۔ چنانچہ زمانہ طفولیت میں ہی آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں ذات اللہ کے انوار کی تجلیات کے مکاشفوں کے سبب ورد و ظائف کی فراغت نہیں۔ کیونکہ ہم وحدانیت کے گہرے سمندر میں مستغرق رہتے ہیں۔

شیخ الاولیاء والاصفیا مولانا و مرشدنا حضرت شیخ سلطان حامد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے والد ماجد قدس سرہ سے سنا کہ سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت سلطان باہو قدس سرہ العزیز نے اپنی تمام عمر شریف میں ایک مستحب بھی ترک نہیں کیا۔ سبحان اللہ باطنی واردات و جذبات وانوار ذات کبریا کے مکاشفات و تجلیات کا یہ عالم کہ ایک گھڑی فرصت نہ ملے۔ اور ظاہری استقامت کی یہ کیفیت کہ تمام عمر ایک مستحب بھی ترک نہ ہو شریعت مطہرہ کے قوانین سے بال برابر بھی تجاوز نہ کیا جائے۔ اور ظاہر و باطن میں سنت رحمتہ للعالمین کی اتباع کا پورا پورا خیال ہو۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی نظر عنایت کا نتیجہ ہے۔

جب آپ سن بلوغت کو پہنچے تو ایک روز کا واقعہ ہے۔ کہ آپ قصبہ شورکوٹ کے قریب کھڑے تھے کہ اچانک ایک صاحب حشمت صاحب نور اور بارعب سوار نمودار ہوا اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو پیچھے بٹھالیا۔ پہلے تو آپ ڈرے لیکن کچھ دیر بعد دل کو ٹھہرایا جرات کی اور سوال کیا کہ حضرت آپ کی تعریف کیا ہے۔ اور مجھے کہاں لے جانے کا ارادہ ہے؟ اس پاکیزہ دل سوار نے پہلے توجہ کی۔ اور اس کے بعد اپنی زبان درفشاں سے ارشاد فرمایا' میرا نام علی رضی اللہ عنہ) ہے۔ اور میں تجھے حسب الارشاد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی مجلس پاک میں لئے جا رہا ہوں۔ یہ سن کر آپ مطمئن ہو گئے تھوڑی دیر بعد آپ کو حاضر مجلس کر دیا گیا۔

حضرات امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قدم مبارک چومے۔ اور اپنے کانوں میں غلامی کا حلقہ پہنا۔

سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے تلقین کے بعد فرمایا کہ خلق خدا سے ہمت کرنا۔ کیونکہ تمہارا مرتبہ دن بدن بلکہ گھڑی بہ گھڑی ترقی پر ہو گا۔ اور ابد الاباد تک ایسا ہوتا رہے گا۔ کیونکہ یہ حکم سروری سرمدی ہے۔ اس کے بعد آقائے نامدار مالک کون و مکان محبوب رب دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قطب الاقطاب غوث الاغیاث محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرمایا۔ حضرت پیر دستگیر قدس سرہ العزیز نے مجھے سرفرازی کے بعد خلقت کے لئے ارشاد و تلقین کا حکم دیا۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ دیکھا ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا جو سر میں موجود ہیں اور جو کچھ سنا ان ظاہری کانوں سے سنا۔ اور بمعہ جسم مجلس پاک میں حاضر ہوا۔ اللہ بس ماسوے اللہ ہوس۔

اس روز کے بعد آپ پر ذات الٰہی کے انوار و جذبات اس طرح متجلی ہونے لگے۔ کہ سینکڑوں آدمیوں کو ایک ہی نگاہ سے ایک ہی قدم پر خدا رسیدہ و اصل باللہ کر دیتے تھے۔ چنانچہ لاکھوں طالبان حق کی مرادیں آپ کی نظر کرم سے بر آئیں۔ سبحان اللہ مالک کائنات جل مجدہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے بلا محنت و مشقت اپنا قرب و وصال بخش دے۔ یہ اس کی عنایت اور خاص فضل ہے۔ اور وہ صاحب فضل عظیم ہے۔

اس فیض یابی کے بعد حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ ہر وقت اور ہر گھڑی وحدانیت میں مستغرق، حق تعالیٰ کی تجلیات کے مشاہدوں سے مشرف اور ذات مطلق کے جلال و جمال کے دیدار میں مست رہتے تھے۔ اور جس طرف زندہ مشائخ کی خدمت میں یا اولیا اللہ کے مزارات پر جاتے عشق الٰہی کے جذبہ میں

اس وقت حضرت صدیق اکبر' حضرت عمر فاروق' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم اجمعین بھی اہل بیت اطہار کی نورانی مجلس میں موجود تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس سے اٹھے اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہ سے ملاقات کی توجہ فرما کر رخصت ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب تینوں خلفائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم باری باری رخصت ہو گئے۔ اور مجلس میں صرف اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین ہی رہ گئے تو حضور سلطان العارفین قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ انور سے اس قسم کے آثار نظر آتے تھے۔ کہ میری بیعت کے لئے نبی کریم رؤف رحیم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے انہیں ارشاد ہو گا۔ مگر بظاہر خاموش تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ مجھے دربار رسالت میں پہنچانے کی وجہ سے پہلے وسیلہ اور ہادی تھے۔

کچھ دیر بعد نبی کریم صلے اللہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک میری طرف بڑھائے اور ارشاد فرمایا میرے ہاتھ پکڑو۔ پھر مجھے مبارک ہاتھوں سے بیعت اور تلقین فرمایا۔ آپ کے مبارک ہاتھوں کے پکڑنے کی دیر تھی۔ کہ میرے لئے درجات اور مقامات کا کوئی حجاب باقی نہ رہا۔ دور اور نزدیک کی ہر چیز یکساں دکھائی دینے لگی۔ لوح محفوظ کے تمام پردے اٹھ گئے۔ اول' آخر ظاہر اور باطن ایک جیسا ہو گیا۔ چنانچہ آپ اپنی کتاب عین الفقر شریف میں فرماتے ہیں کہ مرشد کامل ایسا ہی ہونا چاہیے جو طالب کو ایک ہی نظر سے مراتب کی انتہا کو پہنچا دے۔ اور تمام حجابات کو دور کر کے اسے مشاہدات میں غرق کر دے پھر فرماتے ہیں جب نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام تلقین فرما چکے تو سیدہ النسا حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے فرمایا کہ تو میرا فرزند ہے میں نے حضرت سبطین الشریفین الامامین الامجدین

تجلیات دیدار اور محویت ذات کی زیادتی کے لئے ہی آرزو و التجا کرتے۔ اور شوق عشق کے کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح رب ارنی انظر الیک (میرے پروردگار تو مجھے اپنا آپ دکھا۔ تاکہ میں تیری طرف دیکھوں) کے نعرے لگاتے رہتے۔

صار دکامنه و انشق الجبل

هل رایتم من جبل رقص الجمل

پہاڑ کانپ اٹھا اور پھٹ گیا۔ (عجب بات ہے) تم نے پہاڑ کو بھی اونٹ کی طرح رقص کرتے دیکھا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ سیدنا موسیٰ علیہ والسلام کا تو خاص مقام کوہ طور تھا۔ جہاں آپ تجلیات الٰہیہ کا دیدار کرتے تھے۔ اور ہم کلام ہوتے تھے۔ لیکن ہم امت محمدی کے درویشوں کا کوہ طور ہمیشہ سینہ میں ہے۔ جس وقت بھی ہم اپنے کوہ طور سینہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اسی وقت دیدار تجلیات سے مشرف اور الہامات الٰہیہ سے متکلم ہو جاتے ہیں۔

طور سینا چیست دانی بے خبر

طور سینا سینہ خود را نگر!

کیا تو جانتا ہے اے بے خبر! کہ طور سینا کیا ہے؟ طور سینا اپنے سینہ کو دیکھ۔

ہمچو موسیٰ مست شوبر طور خویش

رب ارنی گو تجلیے حق نگر!

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اپنے (سینہ کے) طور پر مست ہو اور رب ارنی کہہ کر حق کا جلوہ دیکھ!

یہ وہ مقام ہے جہاں ایک طرف تو طالب کو نفس و شیطان کے ساتھ مجاہدات کرنا پڑتے ہیں۔ اور دوسری طرف وہ ہر وقت انوار ذات کی تجلیات اور سرسبحان

کے مکاشفات میں محور رہتا ہے اسی مقام پر نور جلال کی بجلیاں کوندتی ہیں۔ اور امت محمدی کے اولیا قدس سرہم جہاد اکبر کے شہید ہیں۔ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **قد رجعنا من الجهاد الاصغر الى جهاد الاكبر** ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹتے ہیں۔

اس مقام پر درویش کی نظر اور توجہ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ جس مردہ دل کی طرف ایک نگاہ پڑ جاتی ہے۔ اس کا دل ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاتا ہے۔ اور ابد الاباد تک نہیں مرتا حضرت سلطان العارفین قدس سرہ فرماتے ہیں کہ حضرات موسیٰ و عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام جس مردے کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ فرماتے تھے۔ ایک دو دن سے زیادہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ کیونکہ وہ معجزے سے زندہ ہوتا تھا۔ اور پھر مر جاتا تھا۔ جیسے کہ قرآن کریم کی سورت بقر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد نبوت کا ایک واقعہ مذکورہ ہے۔ بنی اسرائیل میں عامیل نامی ایک شخص کو اس کے بھتیجے نے جنگل میں جا کر قتل کر ڈالا۔ بنی اسرائیل جب عامیل مقتول کے قاتل کی تلاش سے عاجز آ گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی۔ تو آپ نے ایک خاص رنگ ڈھنگ کی گائے ذبح کرنے کا حکم دیا۔ جب بصد مشکل اسی رنگ ڈھنگ کی گائے لا کر ذبح کی گئی۔ اور اس کے بعض اعضاء عامیل کی لاش پر رکھے گئے۔ تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے زندہ ہو گیا۔ اس کی گردن سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ قاتلوں کے نام اور قتل کا سبب بتلا کر پھر مر گیا۔ (یہ تمام واقعہ بالتفصیل قرآن کریم میں مذکور ہے)۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہم امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے درویش جس مردہ دل کو یحیی العظام اسم اللہ ذات کی توجہ سے زندہ کرتے ہیں' وہ قیامت تک نہیں مرتا ابدی زندگی حاصل کرتا ہے۔ قولہ تعالیٰ

مکنتم خیر امتہ تم بہترامت ہو۔

اس مقام پر پہنچ کر آپ دیدار الٰہی کی زیادتی کی طلب میں دوڑ دھوپ کرتے تھے۔ اور آپ سے دب ادنی کے کلمات ظاہر ہوتے تھے۔ اسی حال میں آپ کامل اولیاء اللہ کی قبروں پر قبر کی دعوت کے لئے سواری بھی کیا کرتے تھے۔

"دعوت قبور" وہ علم ہے۔ جسے اولیاء اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور جو درویش ولی اللہ دعوت کے لئے قبر پر سواری کرتے ہیں وہ طلب دیدار میں مست ہوتے ہیں۔ اور جاودانی زندگی کے حصول کے لئے اس حیات فانی سے ہاتھ دھو کر جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر دب ادنی کی آرزو میں فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسی صعقا کے درجہ کمال کو پہنچے، یہاں تک کہ جسم بشریت کی فنا سے بقا کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام قدسیہ سے مشرف ہوئے۔ پھر جب افاقہ ہوا تو کہا۔" سبحنک تبت الیک و انا اول المومنین تو پاک ہے۔ میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔ اور میں سب سے پہلا مومن ہوں یعنی بشری جسم کی فنا کے بعد آپ تجلی جلال کی بجلی سے فانی ہوئے تو فیضان الٰہی نے جو خود ہادی اور رہبر ہے پھر جمال کی تجلی سے اسے زندہ اور باقی کیا۔

(مناقب سلطانی)

نوٹ:۔ اگر کسی طالب کو علم "دعوت قبور" کی ضرورت ہو تو آپ کی تصنیفات کا مطالعہ کرے۔ ان میں علم "دعوت قبور" کے متعلق مفصل مذکور ہے۔

چنانچہ اسی دوران آپ حضرت پیر عبد الرحمٰن قریشی رحمتہ اللہ علیہ (جن کا مزار تو وہ زرہور کے پہلو میں ہے اب یہ مزار موجودہ دربار شریف سے تقریباً سات کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے) کی قبر پر سوار ہوئے۔ حضرت پیر عبد الرحمٰن قریشی رحمتہ اللہ علیہ ایک صاحب تجرید و تفرید اور صاحب جلال و کمال بزرگ گزرے ہیں۔

آپ کی قبر پر سواری کرنے سے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے دونوں

مبارک پاؤں پر آبلے پڑ گئے۔ جب آپ اس عمل سے فارغ ہو کر قبر سے نیچے اترے تو فرمایا کہ اے صاحب قبر تو نامراد یعنی بے اولاد فقیر ہے اور ہم صاحب اولاد ہیں۔ ہماری اولاد سے کوئی بھی تمہاری قبر پر نہیں آئے گا۔

چونکہ یہ الفاظ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی زبان مبارک سے جذبہ کی حالت میں نکلے تھے۔ اس لئے تاحال ان کا اثر باقی ہے۔ حضرت شیخ سلطان حامد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر آپ کی اولاد میں سے کوئی صاحب حضرت پیر عبدالرحمن رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف پر اتفاقیہ بھی چلے جائیں تو انہیں ضرور مالی یا جانی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

انہیں دنوں آپ ملتان میں حضرت غوث الملک شیخ الاسلام شیخ بہاؤالدین ابوبکر محمد زکریا قدس سرہ کے مزار پر انوار پر پہنچ کر دعوت کے لئے آپ کی قبر مبارک پر سوار ہوئے۔ پہلے تو آپ کی قبر مبارک جلال کے ساتھ جنبش میں آئی۔ لیکن اسی وقت غوث الثقلین غوث الدارین محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت شیخ ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے آپ کو حکم ہوا کہ اے غوث' بہاؤالدین زکریا یہ ہمارا محبوب ہے۔ اس کے ساتھ الفت سے پیش آؤ اور جو کچھ یہ کہتا ہے اسے بجالاؤ۔

پس حضرت غوث الملک قدس سرہ اسی وقت اپنی قبر مبارک سے باہر آئے اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے اسی جذبہ کی حالت میں فرمایا کہ مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں۔ لیکن حضرت غوث الملک قدس سرہ نے بار بار یہی کہا۔ جب آپ کا اصرار حد سے گزر گیا تو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرمایا کہ اپنے شہر سے ایک پاکیزہ آدمی کا بازو دیجئے۔ اتنا کہا اور خود اسی جذبہ کی حالت میں روضہ مبارک سے نکل کر شمال کی جانب روانہ ہو گئے۔ جب ظہر کی نماز کے لئے دریا کنارے وضو کر کے کھڑے ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نوجوان

کنواری عورت جس کے ہاتھ میں جوتی پکڑی ہوئی تھی۔ اور پاؤں میں آبلے پڑے ہوئے تھے۔ روتی ہوئی آپ کے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔ آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ عرض کیا فلاں ہندو ساہوکار کی لڑکی ہوں۔ آپ نے فرمایا تو اس جگہ کیسے آئی ہے؟ عرض کیا کہ جب آپ حضرت غوث الملک شیخ بہاؤالدین ابوبکر محمد زکریا قدس سرہ کے مزار پاک پر گئے۔ اور وہاں سے واپس ہوئے۔ میں اسی وقت مسلمان ہو گئی اور حضرت غوث الملک قدس سرہ کے حکم کے بموجب آپ کے لئے آپ کے پیچھے روانہ ہوئی۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ یہ سنکر حکم الٰہی کی طرف متوجہ ہوئے جب حکم الٰہی ہوا تو اپنے باطنی جذبہ سے اردگرد گاؤں کے بڑے بڑے مسلمانوں کو حاضر کیا۔ اور اسی وقت نکاح کر لیا۔ پھر نماز ادا کی۔ پھر اسی لباس میں منزل بمنزل اپنے گھر قصبہ شورکوٹ میں تشریف لے گئے۔

فصل چہارم

زندہ پیروں کی صحبت سے فیض حاصل کرنا

ایک روز حضرت سلطان العارفین قدس سرہ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا بیٹا تمہیں اللہ نے اپنی معرفت کے لئے پیدا کیا ہوا ہے۔ اس لئے اب تمہیں کسی کامل مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے۔ آپ نے عرض کیا مجھے خدا کی معرفت حاصل ہے۔ اور میرے مرشد کامل حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم ہیں۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا پھر بھی ظاہری مرشد پکڑنا لازمی ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باوجود اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی کا شرف حاصل ہونے کے حصول ارشاد اور تلقین کے لیئے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ

چلنا پڑا (جس کا مفصل ذکر سورۃ کہف میں موجود ہے۔) یہ سن کر آپ نے عرض کیا آپ میرے لیئے کافی مرشد ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا بیٹا! عورتوں کو بیعت اور تلقین کا حکم نہیں۔ چنانچہ امہات المومنین اور سیدۃ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہم اجمعین اور رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا نے کسی کو بیعت اور تلقین نہیں کی۔ پس مجھے بیعت کا حکم کیسے ہو سکتا ہے پھر آپ نے عرض کیا کہ میں کامل مرشد کہاں سے تلاش کروں؟ فرمایا کہ خدا کی زمین پر چل پھر کر تلاش کرو۔ اور بابرکت ہاتھ سے اشارہ مشرق کی طرف کیا۔ آپ فوراً اٹھے والدہ ماجدہ کو سلام کیا۔ اور دریائے راوی کی طرف چل پڑے۔ آپ دریا کے کنارے پہنچے تو وہاں آپ نے حضرت شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے فیض عام کا شہرہ سنا۔ جو ایک گاؤں میں سکونت رکھتے تھے۔ آپ وہیں ان کے پاس پہنچے۔ حضرت شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ کرامت تھی۔ کہ پانی کی ایک دیگ نرم آنچ پر ہر وقت گرم رکھا کرتے۔ جو بھی طالب حق آتا اسے مذکورہ دیگ میں ہاتھ ڈالنے کا حکم فرماتے۔ چنانچہ وہ ہاتھ ڈالتے ہی صاحب کشف ہو جاتا اور اپنی مراد کو پہنچ جاتا۔ جب حضرت سلطان العارفین مقدس سرہ نے یہ زود اثر کرامت دیکھی تو آپ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ پھر اپنا مقصود عرض کیا۔ حضرت شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے درویش تم نے اپنا ہاتھ دیگ میں کیوں نہیں ڈالا؟ تاکہ تم بھی مراد کو پہنچ جاتے۔ آپ نے عرض کیا کہ یا حضرت! میں دیگ میں ہاتھ ڈالنے والوں کا حال دیکھ چکا ہوں اس سے میرا مقصد حل نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا اچھا تو پھر چند روز یہاں ٹھہرو مجاہدہ کرو۔ اور تمہاری ڈیوٹی مسجد کا پانی بھرنا ہے۔

آپ نے پانی بھرنے کے لئے مشک مانگی۔ درویشوں نے مشک لا کر دی۔ آپ نے ایک ہی مشک بھر کر ڈالی تو مسجد کا حمام اور تمام صحن پانی سے بھرپور ہو گیا۔ درویشوں نے یہ واقعہ شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے حضرت

سلطان العارفین قدس سرہ کو بلایا اور فرمایا اے درویش کیا تمہارے پاس دنیا کا مال ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا تو پھر یاد رکھو دو کام نہیں ہو سکتے۔ پہلے مال و متاع سے فارغ ہو لو۔ پھر اس مقصد کے لئے یہاں آنا۔ یہ سن کر آپ فوراً واپس گھر آئے۔ چونکہ آپ کی والدہ ماجدہ بھی ولی اللہ تھیں۔ اس لئے انہوں نے پہلے ہی سے آپ کے اس غرض سے لوٹنے کا ذکر آپ کی پاکیزہ ازواج سے کر دیا تھا۔ اور انہیں اپنا اپنا زیور اور نقدی محفوظ کر لینے کا حکم بھی دے دیا تھا۔ انہوں نے زیور وغیرہ زمین میں دفن کر دیا۔ تاکہ بوقت ضرورت کام آئے۔ اس وقت سلطان العارفین قدس سرہ کے فرزند نور محمد علیہ الرحمتہ شیر خوارگی کی حالت میں گہوارے میں تھے۔ جب آپ تشریف لائے تو والدہ ماجدہ نے آنے کی وجہ پوچھی حضور نے عرض کیا کہ شیخ نے دنیاوی مال و متاع کو دور کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے فرمایا' اگر کوئی مال نظر آتا ہے تو لے کر دور کر دو۔ آنحضرت قدس سرہ نے بچے کی انگلی میں انگوٹھی دیکھی جو نظر بد سے بچاؤ کے لئے ڈالی گئی تھی۔ آپ نے اسے اتار کر باہر پھینک دیا۔ پھر آپ نے فرمایا اگر دنیاوی مال ہے۔ تو دو تاکہ میں اسے باہر پھینک دوں۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا بیٹا تمہارے گھر میں مال کہاں! آپ نے عرض کیا ابھی مجھے بدبو آتی ہے۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ اگر بدبو آتی ہے تو جہاں ملتا ہے لے کر باہر پھینک دو چنانچہ جس جگہ زیور وغیرہ دبایا ہوا تھا۔ وہاں سے نکال کر آپ نے باہر پھینک دیا۔ اور فارغ ہو کر شاہ حبیب اللہ علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا تم دنیاوی مال سے تو فارغ ہو گئے۔ اب اپنی عورتوں کا کیا کرو گے۔ چنانچہ آپ دیدار ذات کے مست الست اسی وقت واپس گھر لوٹے۔ تاکہ اپنی ازواج کو آزاد کر دیں۔ اللہ اللہ یہ ہے خدا کی سچی طلب۔ شاہ صاحب نے آپ کا امتحان کتنا سخت لیا۔ مگر آپ ہیں کہ خدا کی سچی طلب میں کسی کی پرواہ نہیں کر رہے۔

کیست صائب زہرہ کس را سینہ برسنداں زدن
از ہزو صد عاشق یکے بے باک مے آید بروں

آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی مستورات کو اطلاع دے دی کہ میرا بیٹا اب تم سے قطع تعلق کی غرض سے آرہا ہے۔ تم ہشیار ہو جاؤ۔ اور میرے پیچھے بیٹھ جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خدا کی طلب میں مست تمہارے حق میں کوئی شرعی کلمہ کہہ دے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اتنے میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ بھی تشریف لے آئے۔ والدہ ماجدہ نے آنے کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے اصل مدعا عرض کر دیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا بیٹا تمہاری مستورات تمہیں اپنے حقوق بخش دیتی ہیں۔ اگر تم خدا کو حاصل کر کے آؤ گے تو بہتر ورنہ تمہیں ان کے حقوق ادا کرنے کے لیے آنے کی ضرورت نہیں۔ چونکہ آپ شریعت کے سخت پابند تھے۔ اس لیے اپنی والدہ ماجدہ کی فرمانبرداری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے تھے۔ والدہ کی یہ نصیحت بھی آپ پر اثر کر گئی۔ اپنی مستورات کی زبان سے ان کے حقوق کی معافی قبول کر کے پھر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے نظر کاملہ سے توجہ فرمائی۔ پھر آپ سے حصول مراد کے متعلق پوچھا۔ آپ نے عرض کیا یا شیخ جو مقامات آپ کی توجہ سے آج منکشف ہوئے۔ ان سے تو میں اپنے گہوارے ہی میں گزر چکا تھا۔ حضرت شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دل میں خیال گزرا کہ اس بات کی آزمائش کرنی چاہیے چنانچہ امتحان کے طور پر آپ کے پیچھے اڑے حتیٰ کہ ایک ملک کے ایک جنگل کے کونے میں شاہ صاحب کو اس صورت میں پایا کہ ایک بوڑھا آدمی بیلوں کی جوڑی لیے ہل چلا رہا ہے۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے صرف ایک کمبل پہنے ہاتھ میں کھنڈی لئے خرقہ پوشوں کی طرح حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ بابا آپ کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں۔ آپ آرام کریں۔ میں آپ کی جگہ ہل

چلا تا ہوں۔ یہ سن کر حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمتہ اپنی اصلی صورت میں آئے۔ اور حضرت سلطان العارفین بھی۔ پھر دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر چل دیئے۔ تھوڑی دور جاکر حضرت شاہ حبیب اللہ صاحب علیہ الرحمتہ آپ کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے بھی ان کے تعاقب میں گم سیر فرمائی۔ یہاں تک کہ شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہندوؤں کے ایک شہر میں دیکھا جو ایک بوڑھے برہمن کی صورت میں ہاتھ میں زعفران وغیرہ رنگ سے بھرا ہوا ایک برتن لے کر بازار کے ہندوؤں کو تلک لگا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت سلطان العارفین، قدس سرہ بھی ایک ہندو جوان کی صورت میں ہو کر ایک دوکان میں بیٹھ گئے۔ جب حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ وہاں سے گزرے تو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے عرض کیا بابا میری پیشانی پر بھی تلک لگاتے جانا۔ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ حال سے واقف ہو کر اپنی اصلی صورت پر آئے۔ اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے روانہ ہوئے پھر حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ چلتے چلتے راستہ میں تیسری مرتبہ حضرت سلطان العارفین کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ بھی بدستور ان کے پیچھے ہو لیئے۔ تلاش کرتے کرتے آپ کو اسلامی شہر کے ایک گوشے میں ایک غیر مشہور مسجد کے اندر بچوں کو قرآن شریف کے قاعدہ کی تعلیم دیتے ہوئے پایا۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ بھی ایک بچے کی شکل قاعدہ ہاتھ میں لئے ہوئے جا حاضر خدمت ہوئے۔ جب تین مرتبہ اچھی طرح امتحان کر چکے تو حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے مسکن بغداد گاؤں میں آئے۔ اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کو فرمایا کہ اے درویش! جس نعمت کے تم مستحق ہو وہ ہمارے امکان سے باہر ہے۔ البتہ ہم تمہاری اتنی رہنمائی کرتے ہیں کہ جہاں تمہارا نصیبہ ہے وہ جگہ بتا دیتے ہیں۔ وہاں جاکر اپنا نصیبہ لے لو پھر حضرت شاہ

صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ تم میرے شیخ سید السادات حضرت پیر سید عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ دہلوی قادری کی خدمت میں جاؤ۔ جو بظاہر شاہی منصب دار ہیں۔ چنانچہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ وہاں سے دہلی رخصت ہوئے۔ راستے میں بہت سے ابدال، اوتار اور مجذوب کشاں کشاں آپ کے حضور میں حاضر ہو کر ملاقات کا شرف حاصل کرتے رہے۔

سید السادات حضرت سید عبدالرحمٰن دہلوی قادری رحمتہ اللہ علیہ سے نعمت عظمیٰ کا حصول

حضرت شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ سے دہلی رخصت ہونے کے بعد اثنائے سفر میں آپ نے ایک ایسا مجذوب دیکھا۔ جس نے آپ کے خلیفہ سلطان حمید بھکر والے کی پشت کی طرف سے ہو کر سلطان حمید پر لکڑی کا ایک ایسا وار کیا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اس مست نے دوسری دفعہ لکڑی مارنے کے لئے اٹھائی تو حضرت شیخ سلطان العارفین قدس سرہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور فرمایا اے صاحب بس کر ہم درویش اہل سنت و جماعت ہیں۔ ہمیں ایسا کرنا روا نہیں۔ وہ مست باز آیا اور چلا گیا پھر آپ نے سلطان حمید کو حالت سکر سے صحو میں لا کر روانہ ہونے سے پہلے فرمایا کہ اے حمید! اگر ہمیں خبر نہ ہو جاتی اور مجذوب دوسری دفعہ بھی تمہیں لکڑی مار بیٹھتا تو ہم بھی تمہیں مستی سے ہوش میں نہ لا سکتے۔

پھر آپ وہاں سے آگے رخصت ہو کر تلاش حق میں **ففروا الی اللہ** کے مطابق سفر کرتے ہوئے شہر دہلی کے قریب آ پہنچے۔ ادھر حضرت شیخ سید عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنے ایک درویش کو فرمایا کہ فلاں راستے اس شکل و صورت اور حلیہ کا ایک فقیر آ رہا ہے۔ جاؤ اور اسے ہمارے پاس لاؤ۔

اللہ اللہ غور فرمائیے ایک ولی کامل کی فراست، وسعت علم اور نگاہ کتنا کام کر

رہی ہے۔ سید السادات حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ شاہی منصب دار ہیں۔ آپ بیک وقت حکومت کی طرف سے سپرد کئے ہوئے کام کو بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ طالبان حق کی تلقین کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک سے بھی غیر حاضر نہیں۔ اور اسی وقت میں سینکڑوں میل دور سے آنے والے طالب صادق کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ اس کے آنے کی غرض اور ارادے کا بھی علم رکھتے ہیں۔ اس کا اٹھا ہوا قدم جس زمین پر پڑنے والا ہوتا ہے۔ اس زمین کو بھی جانتے ہیں۔ آنے والا ابھی دور ہے اور آپ وہیں بیٹھے ایک درویش کو یہ کہہ کر بھیج رہے ہیں کہ جاؤ اس شکل و صورت کا ایک انسان فلاں فلاں راستہ سے ہوتا ہوا' فلاں گلی سے شہر میں داخل ہونے والا ہے۔ اسے ہمارے پاس بلا لاؤ۔ ولی اللہ کی یہ ادنیٰ سی کرامت ہے۔ یہاں تو آنے والے اور بلانے والے کی مرضی ہی ایسے تھی۔ ورنہ اگر وہ چاہتے تو پہلا قدم ہی اٹھا کر منزل مقصود پر رکھ سکتے تھے۔ کیونکہ اولیاء اللہ کی صف میں ان مقدس ہستیوں کو وہ مرتبہ اور مقام حاصل تھا جس مرتبہ کے اہل اولیاء اللہ کو باذن اللہ تعالیٰ زمان و مکان پر تصرف حاصل ہوتا ہے۔ یہ جب چاہتے ہیں وہی وقت ہوتا ہے۔ (ہو جاتا ہے) اور اسی طرح مکان کو بھی اپنی مرضی کے مطابق قبض کر لیتے ہیں۔

گو ہمارے اس عقیدہ پر بزرگان دین کے بہت سے واقعات شاہد ہیں۔ مگر یہاں صرف ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ ایسا واقعہ جس میں کسی بھی کلمہ گو اور قرآن کریم پر ایمان رکھنے والے کے لئے انکار کی گنجائش نہیں۔

دیکھیے قرآن کریم پارہ ۱۹ سورۃ نمل رکوع ۳' ملکہ بلقیس ہزاروں میل دور ملک سبا میں اپنا قیمتی اور بھاری تخت (جس کے چار پائے تھے۔ ایک سرخ یاقوت کا' دوسرا زرد یاقوت کا' تیسرا سبز زمرد کا' اور چوتھا سفید موتی کا۔ یہ تخت اسی گز لمبا' چالیس گز چوڑا' اور تیس گز اونچا تھا۔) سات کوٹھڑیوں کے اندر مقفل کر کے

چوکیداروں کی حفاظت میں چھوڑ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی قیام گاہ کے قریب آ پہنچتی ہے۔ اللہ کے نبی بھرے دربار میں اعلان فرمادیتے ہیں۔ کہ اے حاضرین تم میں سے کون ایسا بہادر ہے۔ جو ملکہ بلقیس کا قیمتی اور بھاری تخت ہزاروں میل دور سے ملکہ کے یہاں پہنچنے سے پہلے میرے سامنے لاکر حاضر کردے۔

جنوں میں سے ایک دیو اٹھتا ہے۔ اور عرض کرتا ہے حضرت میں آپ کی مجلس برخاست ہونے سے پہلے یعنی چند گھنٹوں کے اندر اندر وہ تخت آپ کے حضور میں لا سکتا ہوں۔ میں اس کی طاقت رکھتا ہوں۔ اور پورا امانت دار بھی ہوں۔ مگر آپ اس سے بھی جلدی چاہتے تھے۔ پھر انسانوں سے ایک ولی اللہ (آصف بن برخیا وزیر اعظم حضرت سلیمان علیہ السلام) نے اٹھ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی میں اس تخت کو آنکھ جھپکنے سے پیشتر آپ کے حضور میں لا دوں گا۔ پھر کیا ہوا؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے نظر اٹھائی تو آپ کے سامنے بلقیس کا تخت موجود تھا۔

دربار حضرت سلیمان علیہ السلام اور مقام تخت کا درمیانی فاصلہ دو ماہ کے سفر کا تھا۔ اور طول و عرض بھی آپ معلوم کر چکے ہیں۔ اتنی طویل مسافت' اتنے وزن دار اور اتنے محفوظ مقام میں ہونے کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک امتی اسے وہیں بیٹھے بیٹھے قبض مکان کر کے حاضر خدمت کر سکتا ہے۔ تو کیا اشرف الانبیاء حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں اس قسم کی طاقتیں بدرجہ اولیٰ نہ ہوں گی؟ پھر ایک ولی کامل کے لئے کیا محال ہے کہ وہ مشرق سے مغرب تک ایک آن میں پہنچ جائے۔ ہاں ایک بات ضرور یاد رکھئے اولیاء اللہ کے تصرف فرمانے میں درجات و مقامات اور مراتب کے لحاظ سے فرق ہوتا ہے۔ کسی کی طاقت کم ہوتی ہے اور کسی کی زیادہ۔ اور یہ سب ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عطا ہوتی ہے۔

آمدم بر سر مطلب! وہ درویش حکم سنتے ہی آپ کے بتائے ہوئے راستے کی

طرف چل پڑا۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ بھی اسی راستے چلے آ رہے تھے۔ جب وہ درویش آپ کے پاس پہنچا تو آپ کو سید السادات حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے حلیہ اور شکل و صورت کا پا کر اپنے ہمراہ کر لیا۔ اور حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں لا حاضر کیا۔ سید السادات حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا۔ اور خلوت میں لے گئے اور ایک دم میں ایک ہی نگاہ سے نعمت عظمیٰ سے مالا مال کر دیا۔ فیض ازلی سے مستفیض فرمایا۔ آپ کی امانت آپ کے سپرد کی۔ اور ساتھ ہی گھر جانے کی اجازت بھی فرما دی۔

آپ نعمت سے پر اور فیض رسانی کے جذبات سے لبریز تھے۔ باہر تشریف لائے اور ہر خاص و عام پر توجہ کرنے لگے۔ لوگوں نے بھی جب دیکھا کہ ایک فقیر کامل قیمتی گوہر مفت تقسیم کر رہا ہے۔ تو موقعہ کو غنیمت جانا اور دھڑا دھڑ فیض حاصل کرنے لگے۔ پھر کیا تھا منٹوں کے اندر بے شمار مخلوق خدا جمع ہو گئی۔ بازار اور گلیاں لوگوں سے بھر گئیں۔ راستے بند ہو گئے۔ اور تمام شہر میں غل سا مچ گیا۔ حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے درویش بھی ادھر آ نکلے۔ جب مخلوق خدا کو اس طرح جمع دیکھا تو وجہ دریافت کر کے حضرت پیر عبدالرحمٰن قادری رحمتہ اللہ علیہ یعنی اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا حضرت آج شہر میں ایک ولی اللہ داخل ہوا ہے۔ جو اپنی توجہ سے عام مخلوق خدا کو جذبات الٰہی میں لاتا ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور اچھی طرح معلوم کر کے آؤ کہ وہ درویش کون ہے، کہاں کا رہنے والا ہے۔ اور [illegible] اور سلسلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ درویش وہاں پہنچے تو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ دوڑتے ہوئے حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ حضرت یہ تو وہی درویش ہے جسے آپ نے آج مستفیض فرمایا ہے۔ اور فیض بخش کر رخصت کیا ہے۔ یہ سن کر آپ کو سخت رنج ہوا۔ اور فرمایا کہ جاؤ اسے میرے پاس لے آؤ۔ درویش واپس گئے۔ اور حضرت سلطان العارفین قدس

سرہ کو حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جھڑک کر فرمایا کہ اے درویش ہم نے تجھے یہ خاص نعمت عنایت کی۔ اور تو نے عام کر دی۔ آپ نے عرض کیا' سیدی! جب بڑھیا عورت روٹی پکانے کا توا بازار سے خریدتی ہے تو اسے بجا کر دیکھتی ہے کہ آیا یہ مجھے کام دیتا رہے گا؟ اس میں کوئی خرابی تو نہیں؟ اور جب ایک لڑکا لکڑی کی کمان خریدتا ہے تو اسے کھینچ کر دیکھتا ہے کہ اس میں لچک کافی ہے یا نہیں؟ سو میں نے جو آپ سے نعمت عظمیٰ حاصل کی میں بھی اس کی آزمائش کرتا تھا کہ مجھے آپ سے کس قدر نعمت عطا ہوئی۔ اور اس کی ماہیت کیا ہے۔ پس جس طرح حضرت سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سے مجھے حکم ہوا تھا کہ خلق خدا سے ہمت کر' اسی طرح آپ نے بھی حکم دیا تھا کہ اسے آزماؤ اور فیض کو عام کر دو۔ انشاء اللہ العزیز قیامت تک یہ نعمت ترقی پر ہو گی۔ یہ سن کر سید السادات حضرت پیر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آپ پر دوبارہ مہربانی کی۔ اور پہلے سے زیادہ نعمت عطا فرما کر رخصت کیا۔

چونکہ فیض رسانی کے جذبات بدرجہ غایت تھے اس لئے آپ پھر بازار میں آئے۔ وہ وقت جمعہ پڑھنے کا تھا اور حضرت شاہ اورنگ زیب علیہ الرحمتہ اپنے ارکان دولت اور مسلمانوں کے ایک مجمع کے ہمراہ نماز ادا کرنے میں مشغول تھے۔ اس مسجد میں اس قدر بھیڑ تھی۔ کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ ا[illegible] سلطان العارفین قدس سرہ کو سب سے پیچھے کھڑے ہونے کی جگہ [illegible] آپ نے قبلہ رخ ہو کر ایسی توجہ فرمائی کہ تمام مسجد میں وجد اور جذبات الٰہی کا شور برپا ہو گیا۔ یہاں تک کہ صرف حضرت شاہ اورنگ زیب علیہ الرحمتہ' ایک قاضی اور ایک کوتوال جذبہ کے اثر اور نگاہ ولی کی تاثیر سے محروم اور غیر متاثر رہے۔ انہوں نے حاضر خدمت ہو کر دست بستہ عرض کی کہ اے اللہ کے دوست ہمارا کیا گناہ اور قصور

کہ آپ نے ہمیں اس نعمت عام اور توجہ خاص سے محروم رکھا؟ آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو نظر کا فیض اور توجہ برابر جاری کیا ہے۔ مگر یہ تمہاری سخت دلی کا نتیجہ ہے کہ تم پر کچھ اثر نہیں ہوا۔

وہ پھر دست بستہ فیض کے ملتجی ہوئے۔ کہ حضرت خدارا ہمیں اس نعمت سے نوازیئے۔ آپ نے فرمایا اس کے لئے یہ شرائط ہیں کہ تم اور تمہاری اولاد ہماری اولاد اور پس ماندوں کے لئے دنیاوی مال و متاع کی مروت نہ کریں۔ اور ہمارے مکان پر نہ آئیں۔ تاکہ تمہارے دنیاوی اموال کے سبب ہمارے عیال و اولاد میں دنیاوی جھگڑے اور فساد نہ پڑ جائیں۔ اور گمراہ نہ ہو جائیں۔ انہوں نے اس کا وعدہ کر لیا پھر آپ نے ان پر توجہ کی۔ اور فیض عطا فرما کر چلنے کا ارادہ کیا۔ اورنگ زیب علیہ الرحمتہ نے آپ سے یادگار کے لئے التجا کی۔ تو آپ نے وہیں کھڑے کھڑے کتاب "اورنگ شاہی" تالیف فرمائی۔ جسے شاہی محرروں نے اسی وقت لکھ لیا۔ اور بادشاہ نے اسے بطور یادگار اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ پھر آپ وہاں سے اسی وقت واپس لوٹ آئے۔

اسی اثناء میں ایک دفعہ آپ شاہراہ پر لیٹے ہوئے تھے کہ ہندو سنیاسیوں کا ایک گروہ وہاں سے گزرا۔ آپ بدستور وہاں لیٹے رہے۔ ان میں سے ایک نے بطور حقارت آپ کو پاؤں کی ٹھوکر سے اٹھا کر کہا کہ ہمیں یہاں سے سیدھا رستہ بتاؤ۔ آپ نے اٹھتے ہی فرمایا سیدھا راستہ پوچھتے ہو تو وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ پھر کیا تھا۔ وہ سنیاسیوں کا سارا گروہ کلمہ طیبہ کی ضرب اور آپ کی نگاہ کے جذبہ سے بیک زبان لا الہ الا اللہ محمد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پکار اٹھا۔ اور مشہور ہو گیا کہ وہ سب کے سب ابدال ہو گئے۔ اور ان کی حالت اس مصرعہ کے مطابق ہو گئی۔ جو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ بعض طالبان حق کے احوال میں فرماتے ہیں:

ع ـــ گم قبر، گم جثہ، گم نام و نشاں

حضرت سلطان حامد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات ہم نے اپنے بزرگوں کی زبانی سینہ بہ سینہ سنی ہے۔ ان حالات سے تیس سال پہلے بھی آپ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حکم، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اجازت اور سرفرازی سے ہزارہا طالب اللہ کو فیض پہنچاتے رہے۔ (مناقب سلطانی)

فصل پنجم

حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہ کے ازدواج اور اولادِ پاک

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی منکوحہ چار بیویاں تھیں۔

ایک حضرت مخدوم برہان علیہ الرحمتہ لنگر مخدوم والا کے خاندان سے جو حضرت غوث الملک شیخ الاسلام شیخ بہاؤ الدین محمد ابوبکر زکریا قدس سرہ کے حین حیات کے خلفاء میں سے ایک ہیں صاحب موصوف ارشاد اور مقامات عالیہ کے مالک تھے۔

دوسری ہم کفو۔ یعنی اعوان کی قوم سے۔

تیسری بھی ہم کفو اپنے قریب ترین خاندان سے۔

چوتھی وہی حرم جو ملتان کے ہندو ساہوکاروں کے قبیلہ سے تھیں۔ اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کو حضرت غوث الملک شیخ بہاؤ الدین محمد ابوبکر زکریا قدس سرہ کی قبر پر سواری کرنے کے وقت حکم الٰہی سے بطور کرامت عنایت ہوئی تھیں۔ جن کا مفصل ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

سرور کائنات فخر موجودات سید المرسلین محمد علیہ التحیۃ والثناء کا ارشاد گرامی ہے۔

حبب الی من دنیا کم ثلث الطیب والنساء وجعلت قرۃ عین فی الصلوۃ

دنیا میں سے تین چیزوں کی محبت میرے خمیر میں ڈال دی گئی۔ یعنی کارکنان قضا و قدر نے ان چیزوں کی دوستی میری سرشت اور تخلیق میں رکھ دی ہے۔ اول خوشبو، دوم عورتیں (یعنی منکوحہ عورتیں)، سوم نماز اور غائیت دوستی و شدت محبت کی وجہ سے نماز کی حالت میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ اور یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے۔ کہ آنکھ اور دل کا مزاج بہت گرم ہے۔ اور کمال گرمی رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کارکنان قضا و قدر نے آنکھ کو پانی کے بھرے ہوئے چشم خانہ میں رکھا ہے۔ علاوہ ازیں آنکھ سرد ہوا خود بھی احساس کرتی ہے۔ چنانچہ جب بھی سرد پانی آنکھوں پر ڈالا جاتا ہے وہ نہایت فرحت اور قوت حاصل کرتی ہیں۔ اور دل کے لئے ہوا کھینچنے والا خادم پھیپھڑے کو بنایا۔ جو ہر وقت پنکھے کی طرح دل کے اوپر حرکت کرتا رہتا ہے۔ اور ہر وقت دل کو تازہ ہوا پہنچاتا رہتا ہے۔ اور منہ ناک اور مسام کے راستے سے اکثر شریانیں سرد اور تازہ ہوا دل کو پہنچاتی ہیں۔ دل بھی ہر وقت آنکھ کی طرح پانی میں غوطہ لگاتا رہتا ہے۔ دل کی گرمی سے سینہ گرم رہتا ہے۔ اور سینہ کی سردی مساموں کی راہ دل پر پہنچتی ہے۔ کیونکہ سینے کی احشاء دل کی مجاور اور اس کا غلاف ہیں۔

حدیث مذکورہ بالا میں سرور کائنات فخر موجودات علیہ الصلوۃ والتحیات کا منکوحہ بیوی سے اظہار انس اس امر کی واضح دلیل ہے۔ کہ نکاح کرنا محض دنیاوی معاملات میں داخل نہیں۔ بلکہ ایک دینی معاملہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلث و ربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ نکاح کرو جو تمہیں خوش آئیں عورتوں سے دو دو اور تین تین اور چار چار

اور اگر یہ خوف ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک عورت سے۔

حدیث ابن ماجہ انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو شخص خدا سے پاک و صاف ہو کر ملنا چاہے۔ وہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔

حدیث بیہقی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے جو میرے طریقہ کو محبوب رکھے وہ میری سنت پر چلے اور میری سنت سے نکاح ہے۔

حدیث ترمذی و حاکم ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کی اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ اور مکاتب کہ ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اور پارسائی کے ارادہ سے نکاح کرنے والا۔

نیز مناقب سلطانی میں ایک حدیث بایں الفاظ منقول ہے۔ **كثرة النكاح من سنتي و امن سنن الانبياء من قبلي** بکثرت نکاح کرنا میرا اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کا طریقہ ہے۔ چنانچہ حضرت داوٗد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں۔ اور سلیمان بن داوٗد علیہما السلام کی تین سو ساٹھ۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم صحابہ کرام میں سب سے بڑھ کر زاہد تھے۔ لیکن پھر بھی زیادہ نکاح کرتے تھے۔ اگر نکاح کرنا دنیاوی معاملہ ہوتا۔ تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہرگز ایسا نہ کرتے۔ کیونکہ آپ کو کسی دنیاوی مال و متاع سے رغبت نہ تھی۔ آپ دنیاوی مال اسباب کو ترک کر دیا کرتے تھے۔

لخت جگر سیدۃ النساء نور چشم علی مرتضیٰ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بادشاہی اور خلافت ترک کرکے اپنے نانا جان جناب رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والتحیات کے روضہ مبارک میں معتکف ہوئے۔ اور یہ واضح اور روشن ہے۔ کہ

آپ نے بہت سے نکاح کیے۔

پس ثابت ہوا کہ محض لوجہ اللہ بکثرت نکاح کرنا (شریعت مطہرہ کی مقررہ حد تک) دین میں داخل ہے۔ نہ کہ دنیا میں پھر اولیاء اللہ کے کام تو بہت ہی اعلیٰ او ربلند ہیں۔ کہ ان سے شریعت کی فضیلتیں بھی حاصل ہوتی ہیں اور طریقت کے درجے بھی کیونکہ یہ لوگ حکم الٰہی اور الہام کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔

اولاد پاک

واضح رہے کہ حضرت شیخ سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کے آٹھ بیٹے تھے۔

پہلے حضرت شیخ سلطان نور محمد قدس سرہ

دوسرے حضرت شیخ سلطان ولی محمد قدس سرہ

تیسرے حضرت شیخ سلطان لطیف محمد قدس سرہ

چوتھے حضرت شیخ سلطان صالح محمد قدس سرہ

پانچویں حضرت سلطان اسحاق محمد قدس سرہ

چھٹے حضرت شیخ سلطان شریف محمد قدس سرہ

ساتویں شیخ حضرت سلطان فتح محمد قدس سرہ

آٹھویں سلطان شیخ سلطان شیخ سلطان حیات محمد قدس سرہ (جو بچپن ہی میں دار البقاء کی طرف رحلت فرما کر خدا کے قرب و جوار میں جا پہنچے)

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ نے اپنی تمام اولاد کو علوم ظاہری و باطنی کے زیور سے آراستہ کیا۔ (مناقب سلطانی)

نوٹ:۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی اولاد پاک کے حالات میں بھی بندہ ایک مستقل کتاب بنام "گلزار سلطانی" لکھنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ قارئین کرام دعا فرمائیں کہ رب کریم مجھے اس ارداہ کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز جو احباب

آنحضرت قدس سرہ کی اولاد پاک میں سے کسی صاحبزادے کے صحیح حالات مہیا کر سکتے ہوں۔ وہ مسودہ تیار فرما کر مکتبہ سلطانیہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ بھیج دیں۔ بشرط صحت اسے شریک اشاعت کر لیا جائے گا۔

فصل ششم

آنحضرت قدس سرہ کا تارک الدنیا ہو کر زندگی بسر کرنا

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے متعلق یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے روزی کی خاطر کوئی دنیاوی شغل اختیار کیا ہو۔ صرف اسی قدر معلوم ہوا کہ آپ نے کھیتی باڑی کے ارادہ سے دو دفعہ دو دو بیل خرید کر کھیتی باڑی شروع کی۔ لیکن کھیتی پکنے سے پہلے ہی جذبات حق تعالیٰ اور کثرت انوار الٰہیہ کے سبب آپ سب کچھ وہیں چھوڑ کر ادھر ادھر کی سیر کو نکل جاتے رہے۔ یہاں تک کہ بیل بھی کسی کے سپرد نہ کرتے جو چاہتا لے جاتا۔ اور خود مع عیال و اطفال اللہ پر بھروسہ رکھتے۔

آپ فرماتے ہیں۔ **لیلۃ الفاقۃ للفقیر لیلۃ المعراج** فاقہ کی رات فقیر کے لئے معراج کی رات ہوتی ہے۔ جس رات اسے اللہ تعالیٰ کا وصال ہوتا ہے۔

اندرون از طعام خالی دار
تا درو نور معرفت بینی

اگرچہ جاگیر میں پچاس ہزار بیگھہ سے زیادہ زمین تھی۔ جس کی شمالی حد ڈیرہ سارنگ خاں بلوچ مرزانی مشرقی حد دھوڑ کوٹ، جنوبی حد پرانا نوشہرہ تھی۔

لیکن حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے اپنی ظاہری زندگی میں اس جاگیر کی بھی بالکل کچھ پروا نہ کی۔ اور محض فقر محمدی صلے اللہ علیہ وسلم اختیار کیا۔ اور تارک و فارغ رہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اگر دنیا کوئی اچھی چیز ہوتی تو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین اسے کیوں نہ قبول فرماتے۔ نیز آپ اپنی تصنیفات میں تین راہزنوں نفس دنیا اور شیطان کو تین طلاق دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا تو خدائی کا دعویٰ نہ کرتا۔ اگر یزید بھوکا ہوتا تو سید الشہدائے کربلا حضرت امام حسین کی بیعت سے انکار نہ کرتا۔

اپنی ایک تصنیف میں حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کا واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک روز آپ نے اپنے مریدین کو کہا کہ میں نے آج رات خدا کی عبادت کی مٹھاس نہیں پائی ہے۔ میرے حجرے کی تلاشی لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا کے مال ومتاع میں سے کسی چیز نے اس میں پڑ کر شب باشی کی ہو۔ چنانچہ مریدوں نے ہرچند تلاش کیا۔ مگر کوئی بر آمد نہ ہو سکی۔ آپ نے دوبارہ حکم دیا کہ حجرے کے فرش کو اٹھا کر جھاڑ دو۔ کیونکہ یہ نحوست کسی دنیا کی خرابی کے سوا نہیں ہے۔ جب مریدین نے ایسا کیا تو حضرت ممدوح قدس سرہ کے مصلے کے نیچے ایک خستہ چھوہارا پایا۔ انہوں نے حضور میں پیش کیا۔ پس حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ اسے ہاتھ میں پکڑ کر فرماتے تھے۔ کہ جس شخص کے گھر میں دنیا کی اتنی تھوڑی سی مقدار بھی ہو وہ شخص خدا اجل وعلا کی عبادت سے کیسے لذت حاصل کر سکتا ہے۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے اپنی تصنیفات میں قصائص اور حکایات کو درج نہیں کیا۔ مگر بعض مقامات پر حضرت ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ علیہ و حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ و حضرت مائی رابعہ بصریہ رحمتہ اللہ علیہا کے حالات اور مجاہدات کے ذکر سے دنیا کے ترک کی مثالیں بیان فرمائیں۔ اور ان کے طریقہ کو پسند کیا۔

واضح رہے کہ دنیا کے ترک کرنے سے مراد ہر اس اس چیز کا ترک کرنا ہے۔ جو انسان کو خدا کی یاد سے غافل رکھے۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش ونقرہ و فرزند و زن

باقی رہا دولت مندی یا فقر کا اختیار کرنا تو اس میں بزرگان دین کے مختلف احوال و اقوال ہیں۔ بعض کی رائے ہے کہ دولتمندی فقر سے اچھی ہے۔ کیونکہ اس میں دل کو فراغت اور جمیعت حاصل ہوتی ہے صدقہ اور خیرات کی جاتی ہے۔ غریبوں کی امداد اور بے کسوں ناداروں کا ہاتھ بٹایا جاتا ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی کئی فوائد ہیں۔ لیکن بعض کی رائے ہے کہ فقر اختیاری دولتمندی سے افضل ہے۔ کیونکہ اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا۔ پھر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ تارک الدنیا اولیا اللہ بے کار نہیں ہوتے۔ گو ہمیں کچھ اور دکھائی دیتا ہے۔ مگر ان کے ذمہ بڑے بڑے کام ہوتے ہیں۔ جن کی انجام دہی کے لئے انہیں رات دن مصروف رہنا پڑتا ہے۔ فقر کی افضلیت پر اس سے بڑھ کر اور دلیل و تمثیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ کہ سید الانبیاء حبیب خدا علیہ الصلواۃ والسلام نے خود فقر کو اختیار فرما کر بڑے بڑے مجاہدے کیے۔ اور زہد سے کام لیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام باوجود عظیم الشان بادشاہ ہونے کے صوف کا لباس پہنتے۔ اور جو کی روٹی کھاتے تھے۔ اخبار اور آثار میں آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہزار سال تک بہشت کے دروازہ پر بہشت کی دائمی سکونت کے حکم کے منتظر کھڑے رہیں گے اور تمام نبیوں اور مرسلوں کے بعد واصل بہشت ہو کر دائمی سکونت سے ہم کنار ہوں گے۔

سرور کائنات حبیب خدا اشرف انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے سر پر **لولاک لما خلقت الافلاک** کا تاج اور جن کے جسم پر **لولاک لما اظہرت الربوبیۃ** کی قبا اور جن کے کندھوں پر **وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین** کی چادر ہے۔ انہوں نے اس دنیا میں اس قدر ظلم و ستم اور رنج و مصائب اٹھائے اور اس طرح تنگی اور رذیل دنیا کو خیرباد کہا کہ اس کی مثال کہیں نہیں مل

سکتی۔

چنانچہ ایک دن حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر جاری ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہمراہ حسب العادت سونے کے لدے ہوئے ستر ہزار اونٹ ہر وقت رہتے تھے کہ آپؑ ان سے عام رعایا کو زمین آباد کرنے کے لئے بطور تقاوی نقدی عطا فرمایا کرتے تھے۔ اور پھر ان سے واپس نہیں لیتے تھے۔ یہ سن کر اور صحابہ کرامؓ کی تنگی کا خیال کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں قدرے ملال پیدا ہوا، تو فوراً وحی نازل ہوئی اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال محبوبیت ہے کہ جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز یا کسی کا فکر واندیشہ لاحق ہوتا ہے، فوراً جبرائیل علیہ السلام بارگاہ کبریا سے نزول فرماتے۔

بہر وصل دوست تعویذ و دعا درکار نیست
میل دل از سدرہ مے آرد فرو جبریل را

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محض ملال اور خیال ہی سے جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر حضرت کبریا کا سلام پیش کر کے عرض کی یا محمد علیک الصلوۃ والسلام! حضرت کبریا کی جناب سے حکم ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے لئے تو سونے سے لدے ہوئے ستر ہزار اونٹ ہمراہ رہتے تھے اور تمہارے لئے ان دو پہاڑوں کے یہ دو ٹیلے ہیں جو مدینہ منورہ کے دائیں بائیں کھڑے ہیں ہم ان دونوں کو خالص سونا بنا کر تمہارے لئے ایک معجزہ بنائے دیتے ہیں کہ جس طرف بھی آپؐ تشریف لے جائیں یہ دونوں پہاڑ اپنے پاؤں چل کر آپؐ کے ہمرکاب رہیں۔ آپؐ ان میں سے جتنا چاہیں، صرف و عطا کریں۔ ان میں کمی نہیں آئے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشق الٰہی کے جذبات و غلبات کی وجہ سے اشکبار آنکھوں سے فرمایا میں خداوند تعالیٰ سے لگاتار دو روز گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھانا چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز مجھے پیٹ بھر کر کھلا دے تاکہ میں کھا کر شکر کروں اور شاکروں کا

درجہ پاؤں اور دوسرے روز مجھے بھوکا رکھے تاکہ بھوک میں صبر کرکے صابروں کا درجہ پاؤں۔

و راودته الجبال الشم من ذهب
عن نفسه فا راها انما شمم

اور کوہ ہائے بلند نے آپؐ سے بار بار ۔ بہت درخواست کی کہ ہم کو قبول فرمایئے اور اپنی ذات شریف پر صرف فرمایئے اس پر آپؐ نے ایسی ہمت بلند ان پہاڑوں کو دکھائی جو ادراک عقل سے باہر ہے' اور ہرگز اس کو قبول نہ فرمایا۔

و اكدت زهده فيها ضرورته
ان الضرورة لا تعدو على العصم

آپؐ کی ضروریات دنیویہ نے جو مقتضائے بشریت پیش آتی ہیں آپؐ کے زہد اور بے رغبتی دنیا کو بہت مضبوط اور مستحکم کردیا یعنی آپؐ کی دنیا سے بے رغبتی غالب رہی اور ضروریات دنیویہ مغلوب۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ آپؐ پر ضروریات کا غلبہ ہوتا تھا! نہیں نہیں؟ معصوموں پر ضروریات کا غلبہ نہیں ہوتا۔ اور آپؐ تو پھر اعلیٰ معصوم ہیں۔ اگلے شعر میں مصنف علیہ الرحمتہ ضروریات کے مغلوب نہ ہونے کی وجہ خاص بیان کرتے ہیں۔

فكيف تدعوا إلى الدنيا ضرورة من
لولاه لم تخرج الدنيا من العدم

اور کس طرح بلا سکتی ہے دنیا کی طرف اس شخصؐ مقدس کی ضرورت کہ اگر وہ نہ ہوتا تو دنیا خود عدم سے وجود کی طرف نہ آتی اور موجود نہ ہوتی۔ خلاصہ یہ ہے کہ خود دنیا کا وجود ان کے طفیل سے ہے' پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ دنیا کی ضرورتیں ان کو مجبور کریں یعنی دنیا ان کی محتاج ہے اور وہ محتاج الیہ۔

محمد سید الکونین والثقلین

والفریقین من عرب و من عجم

یہ محمود بصفات حمیدہ اسم بامسمی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ہیں جو سردار دنیا و آخرت، جن و انس کے اور ہر دو فریق عرب و عجم کے ہیں۔

جنگ احزاب میں عرب کے مشرکوں کے سات گروہوں کے لشکروں نے مدینہ منورہ کا ایک مہینہ تک محاصرہ رکھا۔ مدینہ منورہ کے اطراف میں جہاں جہاں ضروری تھا۔ دیوار نہ ہونے کے سبب خندق کھودنا پڑی۔ خندق کھودتے کھودتے ایک مقام پر پتھر نکلا جسے توڑنے اور باہر لانے سے صحابہ قاصر رہے۔ نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایک آہنی اوزار کے ساتھ خود اپنے دست مبارک سے اللہ اکبر کہہ کر چوٹ لگائی تو اس اوزار کے ساتھ ایسی روشنی نکلی کہ اس کے سبب صحابہ کو فارس کے شہر، قلعے اور محل دکھائی دیئے اور پتھر کچھ ٹوٹا۔ جب دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر چوٹ لگائی تو پتھر سے ایسی روشنی نمودار ہوئی کہ یمن کے قلعے اور کھڑکیاں تک دکھائی دیں، اور پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور جب تیسری مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر چوٹ لگائی تو پتھر سے ایسا شعلہ نکلا کہ روم کے شہر اور قلعے دکھائی دیئے اور پتھر سیاہ راکھ ہو گیا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اسے باہر پھینکا۔ صحابہ کرامؓ کا بیان ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دونوں دست مبارک پتھر پر اوزار مارنے کے لئے اٹھاتے، تو جبہ مبارک کا دامن اوپر ہو جانے سے ہمیں نبی محترم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شکم اقدس پر پتھر بندھا ہوا نظر آتا تھا تاکہ بھوک اور کالی پیٹ ہونے کے سبب کمر نہ جھک جائے۔

و شد من سغب احشاءہ و طوی

تحت الحجارۃ کشحا مترف الادم

اور میں نے ظلم کیا سنت اس ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے بھوک کے باعث اپنے سارے شکم مبارک کو کسا اور اپنے نرم و لطیف پہلوئے مطہر کو پتھر کے تلے لپیٹا تاکہ اس کے ثقل اور سہارے سے گونہ تقویت حاصل ہو اور ضعف مانع قیام نماز و دیگر طاعات نہ ہو۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب رسالتمابؐ سے بھوک کی شکایت کی اور سب صحابہؓ نے اپنے اپنے شکم دکھائے کہ ہر ایک پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔

اس پر آپؐ نے اپنا شکم اقدس کھول کر دکھایا تو اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے صلی اللہ علیہ وسلم و فداہ ابی و امی۔ مگر یاد رہے کہ یہ فقر و فاقہ اختیاری تھا نہ کہ اضطراری۔ سرکار دو عالم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر اختیاری کا یہ عالم تھا کہ حضورؐ نے تمام عمر شریف میں تین وقت متواتر گیہوں کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ جس پیراہن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا' اس میں چار پیوند تھے جو چاروں مختلف رنگ کے تھے۔ آپؐ کے وصال کے وقت اہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے حجروں میں کوئی دنیاوی چیز اس قدر بھی نہ تھی کہ اس سے تیل خرید کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زیارت کرتے۔ ہمسایہ کے گھر سے تیل مانگا کہ دونوں جہانوں کے سردار' مالک کون و مکان' شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دار فانی سے کوچ فرما رہے ہیں تھوڑا سا تیل دو تاکہ ہم سید المرسلین خاتم النبیین حبیب خدائے قدوس صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زیارت کر لیں۔ **سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم**

روایت ہے کہ چند اشرفیاں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ملکیت میں تھیں' وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیماری میں مسکینوں کو بانٹ دی گئیں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ بعد نماز مغرب

امہات المومنین کے حجروں میں تشریف لے جاتے' پہلے مہمانوں کو کھانا کھلاتے پھر خود تناول فرماتے پھر اصطبل میں جا کر اپنی سواری کی خبر گیری کرتے' بعد ازاں پھر حجروں میں تشریف لاتے اور اہل بیت اطہار کے پاس جو کوئی روپیہ پیسہ ہوتا سب اپنے دامن مبارک میں ڈال کر باہر لے جاتے اور اپنے دست مبارک سے مسکینوں اور غریبوں کو بانٹ دیتے تاکہ خاندان نبوت میں دنیاوی مال و دولت کو رات نہ آ جائے۔

امام محمد غزالی علیہ الرحمتہ نے احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت میں فقر اور دولت مندی کے مسائل مفصل بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ آپؒ روایت نقل فرماتے ہیں کہ ایک روز سرور کائنات محبوب خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زہرائے بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ آپؐ کی عادت شریف تھی کہ حجرہ سے باہر کھڑے ہو کر اجازت طلب فرماتے جب اجازت ملتی اندر تشریف لے جاتے۔ حسب معمول آپؐ نے اجازت طلب فرمائی جواب ملا اجازت نہیں۔ آپؐ نے وجہ دریافت فرمائی۔ حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی میرا کپڑا درست نہیں۔ آپؐ نے فرمایا بیٹی کپڑا درست کر لو۔ عرض کیا یا رسول اللہ "صلی اللہ علیہ وسلم" کپڑا بدن پر درست نہیں آتا کیونکہ چھوٹا ہے۔ جب ایک طرف درست کرتی ہوں' تو دوسری طرف سے چھوٹا ہو جاتا ہے۔ حضورؐ نے اپنی چادر کندھوں سے اتار کر خود باندھی اور اپنا تہہ بند اتار کر اندر پھینکا۔ زہرائے بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جو کپڑا پہلے موجود تھا تہہ بند بنایا اور سرور کائنات علیہ الصلوۃ والتحیات کی چادر مبارک کو سر کی طرف اوڑھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے تو پوچھا اب بیماری کا کیا حال ہے؟ عرض کی ابا جان' بیماری سے تو کسی قدر افاقہ ہے لیکن ایک مصیبت بیماری سے بھی سخت ہے جو اٹھنے بیٹھنے نہیں دیتی۔ آپؐ نے فرمایا وہ کیا مصیبت ہے؟

عرض کی یا رسول اللہ! کئی روز ہوئے ہیں کہ کھانے کو کچھ میسر نہیں آیا۔ بھوک کی شدت سے اٹھنے کی تاب نہیں لا سکتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیاری بیٹی! دنیا کے فقروفاقہ سے مت گھبرایئے۔ کیونکہ تیرے لئے دونوں جہان میں تیرا شوہر علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کافی ہے اور وہ تجھ سے بہتر ہے۔

غور کرنا چاہئے کہ خاندان نبوت میں زہدو تقویٰ کو کس قدر پسند کیا جاتا تھا' اور وہ فقر کے فضائل سے کس قدر آراستہ و پیراستہ تھے۔ بلکہ رسالت کے خاندان اور اہل بیت اطہار پر فقر نبوت کے خصوصی فضائل سے جیساکہ کتاب احیاء العلوم کے فقرو غنا کے باب میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عباس یا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو فرمایا کہ "اے عبداللہ! تو چاہتا ہے کہ میں تجھے ساری دنیا کا مشاہدہ کرا دوں؟ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نجاست کے اس تالاب پر لے گئے' جو مدینہ منورہ میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے عبداللہ تو نے یہ نجاستیں دیکھیں جو اس تالاب میں ہیں؟ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ وہ پرلذت کھانے ہیں جو ماغوتی حلوے' قورمے' اور چاول وغیرہ کی قسم سے پکا کرتے تھے اور نفس کی خواہشوں کو پورا کرتے تھے۔ اور تو یہ پھٹے پرانے کپڑے دیکھ رہا ہے جو اس میں گرے ہوئے ہیں؟ عرض کی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ یہ وہی سنجاب ہمور کتان اور دیباج وغیرہ کے لباس ہیں جو تفاخر کے طور پر پہنے جاتے تھے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تو نے ان لمبی چوڑی ہڈیوں کو دیکھا؟ آپ نے عرض کی ہاں یا رسول خدا میں نے دیکھا۔ فرمایا کہ یہ وہ ہی عربی' عراقی اور تاتاری گھوڑے اور بختی اونٹ وغیرہ ہیں کہ جن پر سوار ہو کر فخر کے ساتھ حکمرانی کی جاتی تھی۔ پھر فرمایا کہ تو یہ گول ہڈیاں دیکھ رہا ہے؟ عرض کی ہاں یا رسول خدا۔ پس آپ نے فرمایا کہ یہ

وہ ہی کلے اور کاسہ سر کی ہڈیاں ہیں کہ جن سروں پر مزین اور جڑاؤ تاج رکھتے تھے۔ اور تکبر اور فکر کی خواہشات میں مبتلا تھے۔ پس اے عبداللہ! یہی ساری دنیا ہے جو تو نے دیکھی اور ملاحظہ کی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو چار قسموں میں منقسم اور منحصر فرمایا۔

پہلی قسم "کھانے کی چیزیں"۔

دوسری قسم "پہننے کی چیزیں"۔

تیسری قسم "سواری کے جانور اور چوپائے"۔

چوتھی قسم "جنس انسان" کہ اس کی مبارک ذات علموں کی جامع اور عقول و افہام کی اکمل ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا کہ تو چاہتا ہے کہ ان میں سے (یعنی دنیا کے مال و اسباب سے) کوئی چیز تیرا نصیبہ ہو؟

پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ (آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں نازل ہوں) میں ان میں سے کسی چیز کو نہیں چاہتا، میں تو محض خدا اور خدا کے رسولؐ کی رضا کا طالب ہوں۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے اس ارشاد سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مشکلات کا حل اور مقامات روحانی کا طے کروانا مقصود تھا یہاں تک کہ آپؐ نے باطنی توجہ اور ظاہری دلائل کے ارشاد سے آپ کے دل کو دنیا کی معیشت اور مال و متاع کے تعلقات سے سرد اور پاک کیا، اور رغبت الی اللہ اور ترک ماسوی اللہ کو آپ کے منور دل میں ثبت اور قائم فرمایا۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ بے حد شفقت تھی اس لئے دوبارہ آپؓ کو طریقت کی بقیہ گھاٹیوں اور بلند مقامات کے حصول کے متعلق ارشاد فرمایا۔ **یا عبداللہ کن فی الدنیا کانک غریب او**

کابر سبیل وعد نفسک من اصحٰب القبور۔ یعنی اے عبداللہ! تو دنیا میں اس طرح زندگی بسر کر گویا کہ تو پردیسی ہے یا راستے کا طے کرنے والا۔ اور تو اپنے آپ کو قبروں والوں سے شمار کر۔"

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے بھی حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں فقر کو اختیار فرمایا۔ اور کمینی دنیا کی محبت سے دل کو پاک و صاف رکھا۔ آپ کی صحبت میں رہنے والوں کا بھی یہی حال تھا۔

چنانچہ منقول ہے کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ ایک مرتبہ بھکر میں بھکر کے گردونواح کی سیر کو نکلے۔ اس وقت آپ کے ساتھ صرف سلطان حمید رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ جو کہ آپ کے خلیفہ تھے اور جن کا مزار بھکر کے شمال کی طرف دامن چول میں میاں عثمان کے قبرستان میں ہے۔ پس حضرت سلطان العارفین قدس سرہ پہلے قصبہ سے باہر مشرق کی طرف میدان چول میں ایک ویران ٹیلے پر پہنچے بیٹھنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ فوراً کھڑے ہوئے اور فرمایا حمید اس ٹیلے سے جلدی اترو۔ یہ کسی ظالم کا مکان ہے۔ (اب مشہور ہے کہ وہ ٹیلا ایک ہندو کا تھا۔ جو اپنے وقت میں بڑا ظالم تھا) اس کے بعد آپ وہاں سے ایک اور جگہ تشریف لے گئے۔ جو ریت کا میدان تھا۔ وہاں آرام فرمانے کے لئے لیٹ گئے۔ اور اپنا مبارک سر سلطان حمیدؒ کے زانو پر رکھ کر ایک گھڑی آرام فرمایا۔ جس سے آپ کا بدن مبارک خاک آلودہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر سلطان حمید کا دل بہت دکھا۔ اور خیال گزرا کہ کاش میرے پاس مال و زر ہوتا آج اپنے ہادی کامل مرشد مکمل کا بستر مخمل اور اطلس کا بنواتا۔ جس پر آپ آرام فرماتے اگر میں مسکین نہ ہوتا تو ہرگز آج میں اپنے ہادی کا جسم مبارک خاک آلود نہ ہونے دیتا۔ اتنے میں آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا حمید تم نے کیا خیال کیا؟ اس نے تمام حال عرض کیا۔ آپ نے فرمایا آنکھیں بند کرو۔ سلطان حمید نے آنکھیں بند کیں تو اپنے آپ کو ایک باغ میں پایا۔ جہاں اطلس و دیبا کا فرش بچھا

ہوا تھا۔ جس پر ایک خوبصورت عورت ریشمی کپڑے پہنے ہار سنگھار کئے ہوئے تھی۔ وہ سلطان حمید کی طرف راغب ہوئی اور نکاح کی درخواست کرنے لگی۔ سلطان حمید نے اسے نرم زبان اور اشارہ سے کہا دور دور! ادب کا مقام ہے۔ میں اپنے ہادی کی خدمت میں حاضر ہوں۔ کہیں بے ادبی واقع نہ ہو جائے اسی حالت میں مراقبے سے سر اٹھ گیا۔ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے فرمایا کیا دیکھا؟ انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا' عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ تو تو اپنے دل میں دنیاوی مال دولت نہ ہونے کی شکایت اور غم کرتا تھا۔ یہ ہی دنیا تھی۔ اسے کیوں قبول نہیں کیا۔ اگر آج تم اسے قبول کر لیتے تو مال و دولت کبھی تمہارے گھر سے ختم نہ ہوتا۔ سلطان حمید نے عرض کیا۔ میرے آقا میں تو اللہ سے اس کی ذات کا نور چاہتا ہوں' مجھے مال و دولت کی ضرورت نہیں۔

پھر آپ نے فرمایا فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر خاندان سے نہیں جائے گا۔

فصل ہفتم

آنحضرت قدس سرہ کی تصنیفات

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ چونکہ مادر زاد ولی اللہ تھے۔ اس لئے بچپن میں ہی آپ انوار ذات حق اور تجلیات الہیہ میں محو او روحدانیت میں مستغرق رہتے تھے۔ اسی سبب سے ہی آپ ظاہری علم بھی حاصل نہ کر سکے۔ لیکن اس کے باوجود کہ آپ ظاہری علم سے بالکل امی تھے۔ جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں۔ کہ "من و محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو امی بودہ ایم" نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم لدنی کی پرورش سے آپ کے علم باطنی کی فتوحات اس قدر تھیں کہ کئی دفتروں میں نہ سما

سکیں۔ آپ کا ارشاد ہے۔

اگرچہ نیست مارا علم ظاہر

زعلم باطنی جاں گشتہ طاہر

حضرت شیخ سلطان حامد رحمتہ اللہ اپنی تصنیف لطیف "مناقب سلطانی" میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بزرگوں کی زبانی سنا ہے کہ سید ابو صالح موسیٰ شاہ المعروف موسن شاہ گیلانی علیہ الرحمتہ خلیفہ اخیروقت حیات حضرت سلطان العارفین قدس سرہ (جن کا مزار پاک علاقہ سندھ روہڑی شکار پور والہ میں خاص گھوٹکی المعروف لو صاحباں و لو موسن شاہ میں ہے) نے اپنے مرشد کامل شیخ المشائخ حضرت سلطان باہو قدس سرہ کی ایک سو چالیس تصنیفات کو جمع کیا۔ جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں:

عین الفقر کبیر۔ عین الفقر صغیر۔ عین الفقر متوسط۔ عقل بیدار کبیر۔ عقل بیدار صغیر۔ کلید التوحید کبیر۔ کلید التوحید صغیر۔ تلمیذ الرحمٰن۔ مجالستہ النبی۔ محبت الاسرار۔ اسرار قادری۔ توفیق الہدایت۔ تیغ برہنہ۔ مجموع الفضل۔ محک الفقر کبیر۔ محک الفقر صغیر۔ فضل اللقاء۔ شمس العارفین۔ دیوان باہو کبیر۔ دیوان باہو صغیر۔ رسالہ روحی۔ اورنگ شاہی۔ امیر الکونین۔ جامع الاسرار۔ مفتاح العاشقین۔ قرب دیدار۔ نور الہدیٰ۔ عین نما۔ قطب الاقطاب، محکم الفقر۔ کشف الاسرار۔ حجت الاسرار۔ جامع الاسرار۔

ان میں سے نشان زدہ کتب کے اردو تراجم مکتبہ سلطانیہ گکھڑ سے ہروقت دستیاب ہیں۔

ان تمام کتابوں میں صرف فقر کے احوال اور مقامات کا بیان ہے۔ ان میں اشعار، استعارات، شیرازہ، تمہیدات اور گزشتہ قصے کہانیاں بیان نہیں کی گئیں، بلکہ آپ نے تصنیفات میں قال اللہ تعالیٰ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

مطابق فقر کے احوال اور شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت الٰہی ذکر و فکر کے اشغال، مراقبہ، تصورات اور علم دعوت قبور کا بیان ہے جو دیکھنے کے قابل ہے۔

آپ کی تصنیفات میں جس تصوف کو پیش کیا گیا ہے وہ تصوف کی دیگر کتب سے بالکل نرالا اور انوکھا ہے۔ آپ کی باتیں زیادہ تر الہامی ہیں۔

آپ نے اپنی پاکیزہ زندگی میں بڑے بڑے اولوالعزم اولیاء اللہ کے مزارات پر دعوت پڑھی۔ جس کا مفصل ذکر آپ کی ان تصنیفات میں موجود ہے۔ کشف قبور کا ذکر تو تصوف کی اور بھی بہت سی کتب میں پایا جاتا ہے۔ مگر دعوت قبور کا ذکر صرف آپ ہی کی تصنیفات میں ہے۔ اور بڑے بڑے مقامات جو مدتوں زہد و ریاضت سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اس طریقہ سے ایک دم میں حاصل ہو جاتے ہیں۔ اس دعوت کے طریقہ اور اس کی رجعت سے بچنے کی تدابیر اور اس کی پوری تشریح کے لئے آنحضرت قدس سرہ کی اصل فارسی کتب یا صحیح تراجم ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"سی (۳۰) سال در طلب مرشد کامل ماندم و تمام عمر در طلب طالب صادق"

میں تیس سال تک مرشد کامل کی طلب میں پھرتا رہا، اور تمام عمر طالب صادق کی طلب میں بسر ہوئی۔

چنانچہ اس حال میں آپ نے اپنی باطنی دولت اور روحانی نعمت کو کتابوں کی صورت میں قلم بند فرمالیا۔ اور اس طرح اپنے باطنی فیض کا عام دستر خوان طالبوں اور سالکوں کے لئے قیامت تک بچھا دیا۔ اور صلائے عام دی کہ جس کا جی چاہے آئے۔ اور اس نعمت لازوال سے مالا مال ہو۔

کیمیائے گنج مفلس را نمود
ہر کرا عقل است حاصل کرد زود

یعنی ہم نے کیمیا اور اکسیر کے خزانے مفلسوں اور محتاجوں کے لئے کھول دیئے

ہیں۔ جس کسی کو اس کی سمجھ اور عقل ہے۔ وہ جلد حاصل کرلے گا۔

آنحضرت قدس سرہ کو بذریعہ کشف معلوم تھا آخر زمانہ میں مرشد کامل دنیا میں بہت کم مل سکیں گے۔ اس لئے آپ نے اس پچھلی تاریکی اور آخری ظلمت کے زمانے کے لئے اپنے گنج معرفت اور کنز توحید کو کتابی صورت میں نمودار کرکے رکھ دیا۔ چنانچہ آپ کی ہر کتاب کے اندر ایک مرشد کامل کا نور مستور ہے۔ اور وہ نور بالکل وسیلہ مشاہدہ ذات اور حضوری بزم حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گویا کلید نور و حضور ہے۔ اگر طالب صادق صدق اور یقین کے ساتھ اسے بلاناغہ اپنے مطالعہ میں رکھے گا۔ اور اسے اپنا رہبر و پیشوا اور وسیلہ بنائے گا۔ تو انشاء اللہ بہت جلدی اپنی دلی مراد پالے گا۔

کتابوں کے مطالعہ کی تاثیر کے متعلق خود حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے متعدد ارشادات موجود ہیں۔ جن میں سے چند عبارتیں بطور تبرک ہدیہ ناظرین کرام کی جاتی ہیں۔ تاکہ سعادت مند، سلیم العقل اور مصنف مزاج خوش نصیب اصحاب ان مختصر عبارتوں سے ان پاک تصنیفات کی حقیقت اور اصلیت معلوم کرلیں۔ چنانچہ اپنی تصنیف لطیف "اورنگ شاہی" میں ارشاد فرماتے ہیں۔

یہ رسالہ قطب المعظم معما باسم مسمیٰ محک العلماء والفقراء والاولیا جو بجائے خود بحر العالمین اور متصرف کونین ہے۔ اور جو سنگ پارس کی طرح طالب کاذب کے آہنی وجود کو سرخ سونے کی طرح خالص بنادیتا ہے۔ اور طالب صادق کو حضور میں پہنچا دیتا ہے۔ جو اس تمام رسالہ کو پڑھے گا اللہ اس کا مطلب پورا کردے گا۔ اور دنیا و آخرت میں لا یحتاج رہے گا۔ بلکہ اس رسالہ کا مطالعہ عین فرض ہے۔ کیونکہ یہ مجلس محمدی (صلے اللہ علیہ وسلم) کے حضور میں پہنچا دیتا ہے۔ اس رسالے کا نام "اورنگ شاہی" رکھا گیا ہے۔ اور حضور نمائے توحید الٰہی کا خطاب اس کو دیا گیا ہے۔

ہر ورق گنجینہ اکسیر کرم
ہر سطر سریست نور از ختم
ہر ورق راہبر حضوری مصطفےٰ
عالم باللہ بخواں علم از الہ

پس جو شخص اسے اخلاص سے پڑھے گا' اسے ظاہری مرشد کی ضرورت نہیں رہے گی۔ بلکہ اس کے مطالعہ سے ہمیشہ کے لئے لوح محفوظ منکشف ہو جاتی ہے۔ اور جہاں چاہتا ہے اپنی دید کو توفیق پہنچا سکتا ہے۔ (اورنگ شاہی مترجم)

امیر الکونین کی ابتداء میں فرماتے ہیں۔

تصوف کی یہ کتاب قرآن شریف کی باتاثیر تفسیر ہے۔ جس کے مطالعہ سے انسان روشن ضمیر ہو جاتا ہے۔ ظاہر میں دنیاوی خزانوں کا تصرف اور پوری پوری عنائیت الٰہی' اور باطن میں معرفت و ہدایت الٰہی کا تصرف حاصل ہوتا ہے۔ (امیر الکونین مترجم)

آپ کی تصنیف لطیف "کلید جنت" کے پہلے باب کے شروع میں ہی یہ عبارت موجود ہے۔

اگر کسی کا سرکش نفس شیطان کے موافق اور خدا کے مخالف ہو۔ کسی طرح بھی گناہوں سے باز نہ آتا ہو۔ اور خدا کی طرف متوجہ نہ ہوتا ہو اور اس کا دل غفلت کی کثرت کے سبب مردہ ہو کر شیطان کی قید میں آگیا ہو' اور اسم اللہ ذات کی تاثیر دل پر نہ ہوتی ہو۔ یا غریب مظلوم' عاجز' پریشان اور محتاج ہو۔ دنیا اور زمانے سے تنگ آگیا ہو۔ کثیر العیال مفلس ہو۔ مال و دولت کی کمی ہو۔ اور فقر و فاقہ میں زندگی کے دن کاٹتا ہو تو اسے چاہیے کہ اس کتاب کا مطالعہ کرے یہ دین کا خزانہ ہے۔ اس سے ظاہری اور باطنی ہر ایک خزانہ معلوم ہو سکتا ہے۔ خلقت اس کی خادم ہو جاتی ہے۔ وہ مخدوم بن جاتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے ہر قسم کے مطلب حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ

کے تمام خزانے ہاتھ آتے ہیں۔ اور صحیح صحیح تصوف اس پر منکشف ہوتا ہے۔ جو شخص اس کتاب کا مطالعہ کرے گا۔ اور اس پر عمل کرے گا۔ وہ عارف باللہ اور صاحب توفیق ہوجائے گا۔ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری سے مشرف ہوگا۔ تمام اولیاء انبیاء کی روحیں اس سے ملاقات کریں گی۔ ظاہر و پوشیدہ تمام چیزیں اس سے پوشیدہ نہیں رہیں گی۔ یہ طریقہ خاص طریقہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا اور اس پر عمل کرنے والا معرفت الٰہی میں مکمل ہوجاتا ہے۔

ہر عالم فاضل صاحب تفسیر کو اس کتاب سے چار علم معلوم ہوتے ہیں۔ علم کیمیا۔ علم سیمیا۔ علم دعوت تکسیر۔ علم ذکر اللہ اور علم استغراق۔ ان سے انسان صاحب نظر ہوجاتا ہے۔ نفس پر حکمران ہوجاتا ہے۔

یہ کتاب سچے مریدوں، اصلی طالبوں، محقق عارفوں، حق کے رفیق واصلوں، باتوفیق عالموں اور فنا فی اللہ غرق فے الوحدانیت فقیروں کے لئے کسوٹی ہے۔ جس شخص کو اس کتاب سے اسم اعظم کا گنج بے رنج حاصل نہیں ہوتا اس کی گردن پر سوال کا وبال ہے۔ جس شخص میں عقل، دانش اور پورا پورا شعور ہے۔ اسے اس سے تصرف حاصل ہوجاتا ہے۔ کیونکہ یہ کتاب اللہ کے حکم سے لکھی گئی ہے۔ اس کی نظر رحمت کی منظور شدہ ہے۔ اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے لکھی گئی ہے۔

مذکورہ بالا عبارتیں ٹھوس حقیقت ہیں۔ اگر کوئی شخص صدق دل، اخلاص و یقین اور ادب و احترام سے بلاناغہ آپ کی تصنیفات کا مطالعہ کرتا رہے۔ تو وہ ضرور بالضرور اپنی مراد کو پہنچ جاتا ہے۔

واضح رہے کہ اہل اللہ فقرائے کاملین کا کلام الہام آسمانی اور القائے رحمانی ہوتا ہے۔ جو صاحب استعداد ازلی فضلی طالب کے دل میں روحانی جوش اور ربانی جذبہ

پیدا کردیتا ہے۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے کلام کو اول سے لے کر آخر تک پڑھتے جاؤ۔ اس میں کوئی فلسفیانہ پیچیدگیاں یا شاعرانہ رنگینیاں میں فرماتے ہیں کہ "ایں قال من بر حال من" یعنی میری یہ قیل و قال میرے اپنے حال پر دال ہے۔

فصل ہشتم

آنحضرت قدس سرہ کا طریقہ

سلطان العارفین برہان الواصلین حضرت شیخ سلطان باہو قدس سرہ کا طریقہ قادری سروری ہے۔ اور قادری سروری وہ ہوتا ہے۔ جسے محض ازلی فیض و فضل سے ظاہری وسیلہ بغیر مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہو۔ اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ارشاد تلقین فرما کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے حضور غوث شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائیں۔

چنانچہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ اپنی تصنیف "عین الفقر" شریف میں فرماتے ہیں کہ :-

"قادری بر دو قسم است۔ قادری زاہدی، و قادری سروری۔ قادری زاہدی آنست کہ مرشد طالب را در زہد و ریاضت چلہ ہا کشاند۔ بعضے را دہ سال و بعضے را دوازدہ سال و بعضے را چہل سال و بعد ازاں او را بحضور حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز رساند و حضرت پیر قدس اللہ سرہ العزیز او را مشرف مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایند و قادری سروری آنست کہ محض بہ فیض ازل بے وسیلہ ظاہری بہ پرورش نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و مشرف مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم شود۔ و حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم او را ارشاد و

تلقین فرمودہ دستش بدست حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی . سپارند آنرا قادری سروری گویند- و حکم سروری حکم سرمدی است و ایں را اویسی نیز نامند-"
(عین الفقر من عینہ)

یعنی قادری دو قسم پر ہے- زاہدی اور قادری سروری- قادری زاہدی وہ ہے- کہ مرشد (یعنی شیخ) طالب (یعنی مرید) سے زہد و ریاضت میں چلہ کشی کرائے حسب حاجت کسی کو دس سال' کسی کو بارہ سال' کسی کو چالیس سال- اس کے بعد اس کو حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ کے حضور میں لے جائے- اور حضرت پیران پیر اسے مجلس محمدی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مشرف فرمائیں-

لیکن قادری سروری وہ ہے کہ محض فیض و فضل سے ظاہری وسیلہ بغیر نور محمدی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پرورش سے مجلس محمدی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مشرف ہو- اور حضرت محمد مصطفٰے اسے ارشاد و تلقین فرما کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائیں- اسے قادری سروری کہتے ہیں- سروری سرمدی ہوتا ہے- اسی کو اویسی بھی کہتے ہیں-

آنحضرت قدس سرہ کا طریقہ مبارکہ قادری سروری تھا- آپ کو محض فیض و فضل ایزدی سے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حضوری حاصل تھی جس کا مفصل ذکر اسی باب کی فصل سوم میں گزر چکا ہے- آپ شریعت کے زبردست پابند اہل سنت و جماعت ولی اللہ تھے چنانچہ آپ کا ارشاد ہے کہ ؎

مراتب از شریعت یافتم
پیشوائے خود شریعت ساختم

نیز فرماتے ہیں- اگر کوئی فقیر سرموئے خلاف شرع چلے' اسی وقت اس کی تمام نعمت سلب ہو جاتی ہے-

ایک مقام پر فرماتے ہیں- کہ جس وقت فقراء سید الانبیا حبیب خدا اشرف

انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ تو اسی وقت سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور پرنور سے حکم ہوتا ہے کہ جو اولیاء اللہ حاضر مجلس قید حیات میں ہیں۔ وہ جا کر ظاہری نماز ادا کریں۔ ورنہ حضور سے سلب ہو جائیں گے۔

نیز آپ کا ارشاد ہے کہ "صاحب قلب اور غالب الاولیاء وہ مرشد ہے جو طالب کو باطن میں جناب سرور کائنات خلاصہ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور منظور نظر کر دے اور مجلس نبوی میں داخل کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلیم و تلقین دلائے اور طالب اللہ واصل باللہ بن جائے۔ اور پھر اپنے مرشد کی صحبت میں باعتبار ہو کر رہے۔ عارف باللہ اور صاحب قلب پر فرض عین ہے۔ کہ وہ باریا عبادت کو چھوڑ دے اور رجوعات خلق اور نام ناموس دنیاوی کو ترک کر دے۔ خواہشات نفسانی اس کی موج سے قطرہ پاتے ہیں، لیکن میں نے دریا کو پایا۔ جب عین دریا کو پالیا تو اس میں اپنے آپ کو گم کر دیا۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں "محقق عارف باللہ وہ ہے۔ جو اپنے ظاہر کو لباس شریعت سے آراستہ رکھے۔ اور باطن میں جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پرنور حضور میں ہو۔ عارف کے لئے ضروری ہے کہ صبح و شام شریعت کو مدنظر رکھے۔ جو کام کرے دیکھ لے کہ شریعت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر مطابق ہو تو کرے اگر نہ ہو تو چھوڑ دے۔ شریعت کا حصول قرآن شریف ہے۔ علم اور علماء کا ادب ملحوظ رکھنا اور حضرت محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا ادب ملحوظ رکھنا واجب ہے۔ جو باطن ظاہر کے مخالف ہے وہ باطل ہے۔ باطنی ہر مقام شریعت اور علم قرآن شریف سے منکشف ہوتا ہے۔ اور ہر ایک مقام شریعت کے باطن میں آتا ہے۔ قرآن اور شریعت سے کوئی چیز بھی باہر نہیں۔

قول :- و یعلم ما فی البر و البحر و ما تسقط من ورقۃ الا یعلمھا

و لا حبة فی ظلمت الارض و لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین

جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اور ہر ایک پتا جو گرتا ہے۔ سب کچھ وہ جانتا ہے۔ اور زمین کے گڑھوں میں جو دانے چھپے پڑے ہیں وہ بھی ایک ایک کرکے اسے معلوم ہیں۔ کوئی چھوٹی اور بڑی بات ایسی نہیں جو قرآن مجید میں مندرج نہ ہو۔

ایک مقام پر اس سے بھی صاف اور واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو قدم ہیں۔ ایک ظاہری دوسرا باطنی ظاہری شریعت نبوی ہے۔ جس سے امر معروف روشن و مکشوف ہوتا ہے۔ اور باطنی سے وہ طریقہ مراد ہے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذکر و فکر سے معرفت الٰہی کے اسرار کو پہنچے ہیں۔ تو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر۔ اور باطنی قدم کی پیروی کرتے ہوئے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پہنچا۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجھ پر خوش ہوں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اقدس میں تیرا ظاہر و باطن سنور جائے جو شخص اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نہیں پہنچاتا۔ اور آنجناب (علیہ الصلوة والتسلیمات) کے قدم بقدم نہیں چلتا۔ وہ جناب کی امت سے کیسے ہو سکتا ہے۔ ظاہری شریعت اور باطنی اسرار پر تعجب نہ کر کیونکہ عارف باللہ کے لئے یہ دونوں قدم بمنزل پر و بال ہیں۔ ایک سنت عظیم دوسرے صراط المستقیم۔

فصل نہم

فضائل و مناقب

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ مادر زاد ولی اللہ اور فیض سے بہرہ یافتہ تھے۔ بچپن میں ہی سعادت ولایت اور بزرگی کی علامتیں آپ کے چہرہ انور سے ظاہر

تھیں۔ آپ کی روشن پیشانی میں نورانیت کی ایسی ایسی چمک تھی۔ جسے دیکھ کر دل جذبہ اور شوق سے تڑپ اٹھتے تھے۔ اور بعض غیر مسلم تو آپ کی زیارت ہی سے اسلام قبول کر لیا کرتے تھے۔

آپ کو بچپن ہی سے دنیاوی معاملات سے قطعی دلچسپی نہ تھی۔ دنیا کے دھندوں سے بہت اجتناب فرماتے تھے۔ اور ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ نیک بختی، کامیابی اور روحانی ترقی کے آثار آپ کے دامن میں بندھے ہوئے تھے۔ آپ زیادہ اوقات میں مستغرق فی الذات ہی رہتے تھے۔ ذکر ہمیشہ آپ کے قلب سے جاری رہتا تھا۔ اور ایک لمحہ کے لئے بھی تصور اسم ذات سے غافل نہ ہوتے تھے۔ اس بے کیف و پر اسرار اور وجدانی جذبے کا اظہار کبھی کبھی دب ادبی کے الفاظ کی صورت میں آپ کی زبان سے بھی ہو جاتا تھا۔

عموماً غیر آباد ویران جنگلوں میں تشریف لے جاتے تھے۔ جہاں آپ کی خلوت اور تنہائی میں خلل انداز ہونے والا کوئی نہ ہو۔ اور ذکر و فکر میں مشغول ہو کر اپنے مالک حقیقی کی طرف لو لگایا کرتے تھے۔ اکثر حالات میں اتنے منہمک ہو جایا کرتے تھے۔ کہ کھانے کی بھی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ اور اسی حالت میں دنوں کے دن گزر جاتے تھے۔

آپ شریعت کے بڑے زبردست پابند تھے۔ آپ نے اپنی تمام عمر شریف میں ایک مستحب بھی ترک نہیں فرمایا۔ بوجہ کمال استغراق فی الذات کے اگرچہ آپ ظاہری علم حاصل نہ کر سکے۔ لیکن آپ کے علم باطنی کا یہ عالم تھا کہ کئی دفتروں میں نہ سما سکا۔ چنانچہ آج بھی آپ کی تصنیفات کے مطالعہ سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔

آپ کے فیض کا کمال یہ ہے کہ وہ طالب کو بہت جلد منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ اور سالک کو ریاضت و مجاہدہ میں جان نہیں کھپانی پڑتی۔ یہ سلسلہ آپ کی

ولادت باسعادت ہی سے شروع ہے اور آج تک جاری ہے۔ مناقب سلطانی میں آپ کی ظاہری عمر شریف میں بے رنج و محنت ایک ہی نگاہ میں فیض عطا فرمادینے کا ایک واقعہ منقول ہے کہ:۔

ایک روز آپ سیر کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ دور سے آپ کی نگاہ ایک شخص پر پڑی جو جنگل میں ایندھن کا بوجھ باندھ رہا تھا۔ آپ سیر کرتے کرتے آگے نکل گئے۔ دیر بعد اسی راہ سے واپس ہوئے تو اس مقام سے کچھ دور ہی کھڑے ہو گئے اور دیر تک کھڑے رہے۔ غلاموں نے عرض کیا حضور آپ کو یہاں کھڑے بڑی دیر ہو چکی ہے۔ فرمایا کہ اس طرف کسی ولی اللہ کا مقبرہ یا اس کی روح ہے۔ جس سے نور آسمان تک پہنچ رہا ہے۔ پھر آپ قدم قدم چل کر اس نور کی طرف پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ وہاں ایک شخص بے ہوش بیٹھا ہے۔ اور ایندھن کا گٹھا اس کے پاس پڑا ہے۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھا۔ وہ شخص ایک گھڑی بعد ہوش میں آیا۔ اس سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ عرض کیا کہ حضرت شاید کل آپ ہی اس راستے سے جا رہے تھے۔ کہ میں نے آپ کو دیکھا۔ پھر مجھے کوئی خبر نہیں رہی۔ آنحضرت قدس سرہ نے پھر اسے از سر نو اسی ارفع و اعلیٰ مقام پر پہنچادیا۔

آپ اپنی تالیفات میں فرماتے ہیں کہ اس فقیر نے لکھو کھا طالبوں کو ایک دم میں ایک قدم پر خدا رسیدہ کیا ہے۔ جن کے حالات کی کسی کو خبر نہیں۔ اور وہ اس مصرعہ کے مصداق ہیں:۔

ع --- گم قبر، گم جثہ گم نام و نشاں

آنحضرت قدس سرہ کے مفصل حالات سے آپ اندازہ کر چکے ہوں گے کہ ایک ولی کامل میں جن صفات کا ہونا لازمی ہے۔ وہ کماحقہ' آپ میں موجود تھیں۔ آپ کی شخصیت جامع کمالات و صفات ولایت تھی۔

اولیائے کاملین کی رفعت شان اور فضائل میں متعدد آیات قرآنی اور احادیث

نبوی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ ذیل میں صرف ایک حدیث پاک نقل کی جا رہی ہے۔

حضرت ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم غم و فکر میں بیٹھے تھے۔ اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے۔ میں یہ حال دیکھ کر خاموش بیٹھا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بخود فرمایا کہ ابی ذر کیا تجھے معلوم ہے کہ مجھے کس بات کا فکر و غم ہے اور یہ کہ میں کس چیز کا مشتاق ہوں؟

عرض کیا یا رسول اللہ آپ خود ہی ارشاد فرمائیں۔

فرمایا! آہ آہ! مجھے اپنے ان بھائیوں کے دیکھنے کا کس قدر شوق ہے جو میرے بعد آنے والے ہیں۔ اور جن کی شان اللہ کے نزدیک انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد سب سے ارفع ہوگی۔ اور جن کا درجہ اللہ کے ہاں شہیدوں کا سا ہوگا۔ یہ لوگ اپنے ماں باپ، اپنے بھائی بہنوں اور بیٹوں سے محض اس واسطے بھاگیں گے۔ کہ اللہ کی پسندہ باتیں حاصل کریں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی جانوں کو متواضع بنائیں گے۔ شہوات کی رغبت نہیں کریں گے۔ دنیا کو حاصل کرنے کی خواہش نہیں کریں گے اللہ کی محبت کے سبب دیوانہ وار اکٹھے ہوں گے۔ ان کے دل اللہ کی طرف ہوں گے۔ اور ان کی روحیں اللہ سے ہوں گی۔ ان کا علم بھی اللہ کی خاطر ہوگا۔ جب ان میں سے کوئی ایک بیمار ہوگا تو اس کا بیمار ہونا اللہ کے یہاں ہزار سالہ عبادت سے بہتر و افضل شمار ہوگا۔ اے ابی ذر اگر چاہو تو اور بتاؤں؟ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کسی ایک کو اس کے کپڑے کی ایک جوں ستائے گی۔ تو اللہ کے ہاں اس کا اجر ستر حج اور عمرہ کے برابر ملے گا۔ اور اسے اس قدر اجر ملے گا کہ گویا اس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے چالیس آدمیوں کو فی کس بارہ دینار دے کر آزاد کر دیا۔ اے ابی ذر اگر چاہو تو اور زیادہ بتا دوں؟ عرض کیا فرمایئے گا۔ فرمایا اگر ان

میں کوئی کسی دوست کو یاد کر کے غم کرے۔ تو تو ہر سانس کے بدلے دس لاکھ درجے ملتے ہیں۔ دو رکعت نماز پڑھے اس حال میں کہ وہ کسی پہاڑ پر اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ اس کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کے برابر ایک ہزار سال کی عبادت کا ثواب ہے' اے اباذر! اگر چاہو تو اور زیادہ بیان کروں؟ عرض کیا فرمایئے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا اگر ان میں سے کوئی ایک تسبیح پڑھتا ہے تو قیامت کے دن اس کا بدلہ اسے یہ ملے گا گویا دنیا کے تمام پہاڑ سونا بن کر اس کے ساتھ چلتے ہیں۔ پھر فرمایا اگر چاہو تو اور کچھ بیان کروں؟ عرض کیا یا رسول اللہ فرمایئے گا۔ جب کوئی ان میں سے دوسرے کو دیکھتا ہے۔ تو اللہ کو بیت اللہ کے دیکھنے سے زیادہ پسند آتا ہے۔ اور جو شخص اس طرف دیکھتا ہے۔ گویا اللہ کی طرف دیکھتا ہے۔ جو اسے خوش کرتا ہے گویا اللہ کو خوش کرتا ہے۔ جو اسے کھانا کھلاتا ہے گویا اللہ کو کھانا کھلاتا ہے۔ (نقل از مناقب سلطانی)

جب اس قسم کے کلمات اولیاء اللہ شان میں ہوں۔ اور یہ بھی ان کے حق میں فرمایا جائے کہ **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل** (میری امت کے علمائے باطن یعنی اولیاء اللہ بنی اسرائیل کے انبیا کی طرح ہوں گے) تو پھر ان کی شان اور قدر منزلت کا کیا ٹھکانا۔

آنحضرت قدس سرہ کا زمانہ

آپ کا زمانہ بھی نہایت علم و فضل کا زمانہ تھا۔ حضرت اورنگ زیب رحمتہ اللہ علیہ جیسے متشرع اور عالم فقیہ بادشاہ تھے۔ ظاہری و باطنی علوم کو بڑی ترقی ہوئی۔
آنحضرت قدس سرہ کے ہمعصر بڑے بڑے علماء اور صوفیائے کرام جن میں بعض کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔
خاندان قادریہ کے مشہور بزرگ جو حضرت شیخ سید عبد الرزاق بن حضرت پیر

دستگیر رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے ہوئے ہیں۔ اور جن کا نام سید محمد مقیم محکم الدین بن شاہ ابو المعالی بن سید محمد نور بن سید بہاء الدین المشہور بہاول شیر گیلانی رحمتہ اللہ علیہ مزار حجرہ شاہ مقیم مشہور و معروف ہے۔ یہ آپ کے ہی ہم عصر تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ قادری بھی آپ کے ہم عصر تھے۔

حضرت میاں میربالا پیر قادری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ اور داراشکوہ بھی آپ کے ہم عصر تھے۔

سہروردیوں میں سے شیخ محمد اسماعیل سہروردی لاہوری المشہور میاں وڈے صاحب المتوفی ۱۰۸۵ھ بھی آپ کے ہم عصر تھے۔

خاندان نقشبندیہ کے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ فرزند ارجمند حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۸۰ھ آپ کے ہم عصر زمانہ تھے۔

خاندان چشتیہ کے مشہور بزرگ خواجہ گیسودراز رحمتہ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۵۸ھ اور حضرت شاہ دولا گجراتی پنجابی چشتی المتوفی ۱۰۸۵ھ بھی آپ کے ہم عصر ہوئے ہیں۔

ان میں سے آپ کا کسی کے پاس جا کر فیض حاصل کرنا ثابت نہیں۔

فصل دہم

حلیہ منورہ

سر مبارک : حضرت شیخ سلطان قدس سرہ کا سر مبارک متوسط درجہ کا گول، نہ بہت بڑا، نہ چھوٹا تھا۔ آپ اکثر سر منڈا لیتے تھے۔

پیشانی مبارک : آپ کی پیشانی مبارک فراخ تھی۔

چشمان مبارک : آپ کی مبارک آنکھیں سیاہ اور سفیدی میں سرخ

رگیں بکثرت تھیں۔ بلکہ بسبب جلال مست تھیں۔

ابرو مبارک : آپ کی پلکیں اور بھوئیں بڑی بڑی موٹی اور چمکدار تھیں۔

بینی مبارک : آپ کی ناک مبارک بہت خوبصورت اور بلند تھی۔

روئے مبارک : آپ کے نورانی اور روشن چہرہ کا رنگ ملیح املح یعنی گندم گوں تھا۔ رخسارے پر گوشت موزوں نہ بالکل گول نہ بالکل لمبوترے، بلکہ متوسط درجہ کے تھے۔ جناب کی تھوڑی مبارک نہ بہت لمبی اور نہ بہت چھوٹی تھی۔ جس سے چہرہ انور بہت خوبصورت معلوم ہوتا تھا۔

ریش مبارک : آپ کی ریش مبارک گھنی تھی۔ تریسٹھ سال کی عمر شریف میں داڑھی کو مہندی لگایا کرتے تھے۔ آپ کی داڑھی مبارک کے بال سفید نہ تھے۔ گو ٹھیک معلوم نہیں۔ لیکن اغلب یہ ہے کہ سیاہ بال زیادہ تھے۔

سینہ مبارک : آپ کا سینہ مبارک جو انوار الہی کا مصدر تھا۔ فراخ اور خوبصورت تھا۔

بازو مبارک : آپ کے بازو مبارک موٹے اور مضبوط تھے۔

بدن مبارک : آپ کا سارا بدن مبارک ایسا موزوں تھا کہ عاشق لوگ آپ کے جمال مبارک پر نگاہ جمائے رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کے دوست عرض کیا کرتے تھے۔ کہ آپ اپنا بدن شریف ڈھانپ کر رکھیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو نظر لگ جائے۔

موئے مبارک : آپ کے سینہ مبارک پر اور اعضاء پر بال تھے۔ لیکن بہت زیادہ نہ تھے بلکہ متوسط درجہ کے تھے۔ جو بہت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ آپ کے جسم مبارک کا گوشت نہ زیادہ نہ کم۔ جناب کی ہڈیاں گو موٹی تھیں لیکن گوشت

میں چھپی ہوئی تھیں۔ آپ کی انگلیاں قد کے مطابق ذرا لمبی تھیں۔

نوٹ : حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ العزیز کا یہ حلیہ مبارک مناقب سلطانی کلاں مصنفہ شیخ المشائخ مولانا و مرشد حضرت شیخ سلطان حامد رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ جو بالکل صحیح ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے بزرگوں سے آپ کے اس حلیہ مبارک کی پوری تحقیق کی ہے۔ نیز اہل مراقبہ اور اہل کشف نے بھی آپ کا حلیہ مبارک اسی طرح بیان کیا ہے۔

آج کل دربار شریف کے نقشوں پر اور علیحدہ بھی چھپی ہوئی تصاویر کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی تصاویر کہہ کر فروخت کیا جا رہا ہے۔ جو بالکل فرضی ہیں۔ اور حضور سلطان العارفین قدس سرہ کی شان اقدس میں گستاخی کے مترادف ہیں کیونکہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے زمانہ اقدس سرہ میں نہ تو کیمرے تھے اور نہ ہی آپ کی تصاویر واقعی کیمرہ کی بنی ہوئی اصلی ان تصاویر کی خرید و فروخت اور حصول برکت کے لئے اپنے پاس رکھنا ناجائز اور گناہ ہے۔ اور حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی ناراضگی کا باعث لہذا ان سے بچئے۔ کیونکہ کسی ظالم نے بلاوجہ اپنے دادے کی تصاویر کو حضرت سلطان العارفین کی تصاویر بنا دیا ہے۔ (ناشر)

فصل یازدھم

کرامات

حضرت سلطان العارفین شیخ سلطان باہو قدس اللہ سرہ العزیز کی تمام عمر شریف سیر و سفر اور گمنامی میں گزری ہے۔ آپ آج کل کے دنیادار مشائخ اور شہرت پسند پیروں کی طرح نہیں تھے۔ بلکہ آپ اپنے آپ کو لوگوں سے ہمیشہ پوشیدہ رکھتے

تھے۔ انوارذات کی کثرت تجلیات کے سبب جب کبھی کسی کرامت کا ظہور ہوتا۔ آپ وہ جگہ چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جاتے۔ تاکہ لوگوں کی زیادہ آمدورفت یاد حق اور عبادت الٰہی میں خلل انداز نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں جن کرامات کا ظہور ہوتا رہا۔ آج ہمیں ان سے بہت کم کا صحیح پتہ چلتا ہے۔ پھر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ آپ کے نزدیک ظاہری کشف و کرامات کی کوئی وقعت نہ تھی۔ چنانچہ فرماتے ہیں "اگر بر ہوا پری مگسی داگر بر آب روی' خسی' داگر دل مرداں مسخر گروانی اہل ہوسی"۔ یعنی اگر تو ہوا میں اڑ سکتا ہے۔ تو ایک مکھی کے برابر ہے۔ اور اگر پانی پر چل سکتا ہے تو ایک ادنیٰ تنکے کے برابر ہے۔ اور اگر عوام الناس کو اپنی کرامات کی طرف راغب کرلے۔ اور ان کے دلوں کو مسخر کرلے تو اہل ہوس ہے۔

آپ کی نظر کرم اور توجہ باطنی کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ آپ ایک ہی نگاہ سے جاہل کو عالم اور مردہ دل کو زندہ دل روشن ضمیر اور کامل ولی اللہ بنا دیتے تھے۔ اگر کسی کافر پر آپ کی نظر پڑ جاتی تو بجز لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لینے کے اسے کوئی چارہ نہ ہوتا تھا۔ کسی دنیادار کو نظر بھر کر دیکھتے 'تو اسے دلی دنیا میں آباد کر دیتے۔ اور دولت اخروی سے مالا مال کرکے دنیائے جیفہ کا تارک بنا دیتے تھے۔ اگرچہ بعض حالات میں آپ سے ظاہری کرامات کا ظہور بھی ہوتا رہا ہے۔ مگر آپ کی اکثر و بیشتر کرامات کا تعلق باطن سے ہوتا تھا۔ ذیل میں مختصراً" آپ کی چند ایک بالکل صحیح کرامات بطور مشت نمونہ از خروارے نقل کی جارہی ہیں۔

حضرت سلطان نورنگ کی فیض یابی کا حال
حضرت سلطان العارفین کا مراقبہ اور غیبی ہرن کا واقعہ

ایک روز بسلسلہ سیرو سیاحت آپ کا گزر علاقہ پنجاب میں دامان کوہ مغربی جبل

اسود کی طرف ہوا۔ جہاں آپ نے ایک چھوٹے سے بچے کو چراگاہ میں گائے کے بچھڑے چراتے ہوئے پایا۔ اس بچہ کے فیض ازلی کے حصہ نے آپ کے جذبات کو جنبش دی۔ اور آپ نے اس بچہ کی طرف فیض سے بھری نظر اٹھا کر توجہ فرمائی۔ اور ایک ہی نظر سے اسے جذب کر کے مجذوب الی اللہ کر دیا۔

آناں کہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشم بما کنند

وہ بچہ اسی مجذوبانہ حالت میں بے اختیار اس نور کے گرد پروانہ وار فدا ہونے لگا۔ جس نور نے ابھی ابھی حضور سلطان العارفین قدس سرہ کے وجود مطہر اور آپ کی نظر اثر سے اس کے وجود میں سرایت کر کے اسے منور کر دیا تھا۔

اس بچے کا نام نورنگ عرف کھتران تھا۔ پھر آنحضرت قدس سرہ وہاں سے کوہ شمالی مسمی سون سکیسر وغیرہ کے جنگلوں کی سیر و سیاحت کے لئے روانہ ہو گئے۔ فیض یابی کے بعد اسی وقت سے نورنگ کھتران مذکور بھی آپ کی خدمت میں حاضر رہنے لگے۔

ایک دن شام کے وقت آپ نے سنا کہ کوئی شخص الشہر الصوم الشہر الصوم کی منادی کر رہا ہے۔ یعنی رمضان شریف کا مہینہ آگیا۔ آپ نے نورنگ کو فرمایا کہ علینا بالصیام ہم پر رمضان المبارک کا ادب اور تعظیم واجب ہے۔ یہ کہہ کر آپ اسی وقت ان پہاڑوں کے مستغرق ہوئے کہ ایک دو دن نہیں بلکہ رمضان المبارک کا پورا مہینہ اسی حال میں گزر گیا۔ یہاں تک کہ پھر کسی شخص نے العید العید (عید آگئی) کی ندا دینی شروع کر دی۔ جب آپ کے گوش مبارک میں یہ آواز پڑی تو حکم الٰہی سے آپ عالم سکر سے صحو میں آئے۔ اور دریافت فرمایا کہ یہ ندا کیسی ہے؟ خادم نے عرض کیا کہ آقا رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہو چکا ہے۔ اور عید آگئی ہے۔ یہ سن کر آپ نے زار زار رونا شروع کر دیا کہ افسوس ہم فضیلت

صیام و سحور و افطار و نماز پنجگانہ اور تراویح سے محروم رہے۔ اس کے بعد آپ نے بمعہ اپنے خادم نورنگ کھتران رمضان شریف کے روزوں، نمازوں اور تراویح کی قضا پوری کی۔

غور فرمایئے کہ حضور کو اتباع شریعت نبوی علیہ التحیتہ والثنا کا کس قدر خیال تھا۔ مستغرق اور محوفی الذات ہونے کی وجہ سے آپ فرائض و سنن کی ادائیگی نہیں کر سکے۔ مگر حالت صحو میں آنے کے بعد جس چیز کا سب سے پہلے خیال آیا۔ وہ اتباع شریعت نبوی تھی۔ پھر صرف خیال ہی نہیں بلکہ انتہائی افسوس ہوا۔ بارگاہ رب العالمین میں گریہ و زاری کی۔ اور قضا بھی پوری کی۔

پھر آپ وہاں سے سیر و سیاحت کرتے ہوئے۔ ایک زرخیز پہاڑی پہ تشریف لے گئے۔ جس کا نام کھر کیار تھا۔

اس پہاڑی کو زرخیز، مقام تنہائی اور پاکیزہ جگہ دیکھ کر آپ اللہ جل جلالہ کی ذات کے انوار کی تجلیات کے مشاہدات میں مست اور خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ کئی روز گزرنے کے بعد حضور سلطان العارفین قدس سرہ کے خادم اور رفیق سفر حضرت سلطان نورنگ کھتران علیہ الرحمتہ (جو ابھی منازل سلوک کی انتہا کو نہیں پہنچے تھے۔ اور نہ ہی شیخ سلطان باھو قدس سرہ کے درجات کی کمالیت کو پہنچے تھے۔) الجوع الجوع العطش العطش کی فریاد بلند کرنے لگے۔ یعنی اے شیخ قدس سرہ) مجھ پر بھوک اور پیاس نے غلبہ پالیا ہے۔ حضرت سلطان العارفین شیخ سلطان باھو قدس سرہ نے مراقبہ سے سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ اے نورنگ!

برات عاشقاں بر شاخ آھو

آپ کی زبان مبارک سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ فوراً ایک ہرن اپنے سینگوں پر کھانے کا دسترخوان اور پانی سے بھرا آبخورہ لٹکائے آ حاضر ہوا۔ آپ نے حضرت سلطان نورنگ علیہ الرحمتہ کو افطار کا حکم فرمایا۔ اور خود بھی افطار فرمایا۔ کھانا تناول

فرمانے کے بعد آبخورہ سے پانی نوش فرمایا۔ وہ موکل اور سرالٰہی جو ہرن کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ وہیں وفات پا گیا۔ جب حضرت سلطان نورنگ علیہ الرحمتہ کو حضرت قدس سرہ کی توجہات اور صحبت کی برکت سے باطنی علم حاصل ہو گیا۔ اسی حال میں انہوں نے اپنے شیخ یعنی حضرت سلطان العارفین باہو قدس سرہ کے فرمائے ہوئے مصرعہ کے اول میں دوسرا مصرعہ تضمین اور ایزاد کیا۔ یعنی

عجب دیدم تماشہ شیخ باہو
برات عاشقاں بر شاخ آہو

پھر اس پہاڑ کی چوٹی پر وہیں ان احوال کے جویاں قرب وجوار کے لوگوں نے اللہ کے کرشمہ کے اظہار کی یادگار کے طور پر دو قبریں بنا دیں۔ جو پیر آہو باہو کے نام سے مشہور ہوئیں۔ پھر اسی مقام پر ایک روضہ کی عمارت تعمیر کر دی گئی۔ جو قیامت تک کے لئے اللہ کے طالبوں اور عاشقوں کے فیض حاصل کرنے اور زیارت کرنے کی جگہ بنی ہوئی ہے۔ سینکڑوں یعنی طالبان خدا وہاں جاتے ہیں۔ اور مجاہدات و چلہ کشی کر کے اپنی منزل مقصود کو پہنچ جاتے ہیں۔

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین نور دیدہ سلطان العارفین حضرت شیخ سلطان حامد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ پر اپنی ساری عمر شریف میں صرف یہی دو مرتبہ حالت سکر طاری ہوئی ہے۔ اس کے بعد کبھی بھی آپ پر حالت سکر طاری نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ روایت بالاسناد پایہ تحقیق کو پہنچ چکی ہے کہ حضرت ممدوح قدس سرہ سے ترک مستحب بھی نہیں ہوا۔ (مناقب سلطانی)

حسن پر اپنے ہر اک مہ پارہ گرم لاف تھا
گھر سے وہ خورشید رو نکلا تو مطلع صاف تھا

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ سیر و سیاحت کرتے ہوئے ایک گاؤں میں جا نکلے۔ وہاں ایک بزرگ شیر شاہ صاحب رہائش رکھتے تھے۔ اس شہر کے باہر حضرت سلطان العارفین قدس سرہ مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ اس وقت حضرت شیر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے چند طالب مرید لنگر کے لئے گوبر اور لکڑیاں اکٹھی کرتے ہوئے آپ کے قریب آ نکلے۔ ان میں سے ایک طالب نے جب آپ کو دیکھا تو آپ سے بولنے کی خاطر آپ کے بہت قریب آگیا۔ اور آپ پر سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے جب اس کی طرف دیکھا تو اس کا قلب ذکر اللہ سے جاری ہو گیا۔ اور اس کے بال بال سے اللہ اللہ کی آواز آنے لگی۔ وہ طالب فوراً آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور زار زار رونے لگا۔ دور سے دوسرے طالب نے جب پہلے کی یہ حالت دیکھی تو حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے وہ بھی آنحضرت قدس سرہ کے پاس آگیا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا تو اس کی بھی وہی حالت ہو گئی۔ اور قدموں پر گر کر رونے لگا۔ تیسرے طالب نے دور سے ہی جب اپنے ساتھیوں کی یہ حالت دیکھی تو گھبرا کر واپس بھاگا۔ اور اپنے پیر سید شیر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو حالات سے آگاہ کیا۔ کہ جناب ایک فقیر باہر فلاں ٹیلے پر بیٹھا ہے۔ آپ کے فلاں فلاں طالب جب اس کے قریب گئے تو خدا جانے اس نے اتنی جلدی میں کیا کچھ کر دیا کہ دونوں اس کے قدموں میں سر رکھے ہوئے زار زار رو رہے ہیں۔ ان کے زور سے رونے اور دھاڑیں مارنے کی آواز جب میں نے سنی تو میں سخت گھبرا کر آپ کے پاس آگیا۔ چنانچہ شیر شاہ صاحب یہ ماجرا سن کر حالات بچشم خود دیکھنے کے لئے بمعہ چند طالبوں اور درویشوں کے آپ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب آپ کے قریب پہنچے تو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے اپنی

باطنی توجہ اور روحانی طاقت کو پوشیدہ کر لیا۔ حضرت شیر شاہ صاحب نے آپ پر سلام کہا۔ آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا اس کے بعد حضرت شیر شاہ صاحب" حضرت سلطان العارفین قدس سرہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے درویش! میں مدت سے باطنی طیر سیر کرتا ہوں۔ اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ و سلم کی کچہری میں جاتا ہوں لیکن میں نے وہاں تجھے کبھی نہیں دیکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو کوئی سفلی عامل یا جادوگر ہے۔ جس کے ذریعے تو نے میرے طالبوں کو مجھ سے جدا کر کے پھنسا لیا ہے۔ پس بہتر یہی ہے کہ تو آج سے اس معاملہ سے باز آ جائے۔ ورنہ میں حضور بزم نبوی صلے اللہ علیہ و سلم سے تجھے ایسی سزا دلاؤں گا کہ تجھے چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا۔ اس پر حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے فرمایا کہ شاہ صاحب آپ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ و سلم کے حضور میں رات کو حاضر ہوں۔ اور میں بھی انشاء اللہ العزیز وہاں حاضر ہونے کی کوشش کروں گا۔ اس کے بعد آپ جو چاہیں کریں۔ صبح آپ کی اور ہماری ملاقات اسی جگہ ہوگی۔ اور یہیں فیصلہ بھی ہوگا۔ چنانچہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ رات کو اپنے درویشوں سمیت اسی شہر کے اندر رہے۔ رات کو جب شیر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ و سلم کی کچہری میں حاضر ہوئے۔ تو تمام حاضرین مجلس نبوی کو بغور دیکھنے لگے۔ کہ آیا وہ درویش (یعنی حضرت سلطان باہو قدس سرہ) کہیں نظر آتے ہیں یا نہ! آخر ایک ایک اہل مجلس کو انہوں نے غور سے دیکھا۔ اور اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ بزم نبوی میں کہیں بھی نہیں ہیں۔ اور وہ (معاذ اللہ) جھوٹے ہیں۔ صبح ان سے نپٹ لیں گے۔ کہ اتنے میں شاہ صاحب نے ایک شیر خوار معصوم بچہ کو دیکھا جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ و سلم کی آستین مبارک سے نکل کر آپ کی گود میں کھیلنے لگا۔ جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنے بچے کی طرح پیار کیا۔ پھر وہ بچہ باری باری چار یار و اصحاب کبار و حسنین کریمین و حضرت شیخ میراں محی الدین اور

جملہ حاضرین انبیاء مرسلین اور اولیائے کاملین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی گود میں کھیلتا رہا۔ اور سب نے اسے پیار کیا۔ چنانچہ وہ بچہ حضرت شیر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی گود میں بھی آگیا۔ اور انہوں نے بھی اسے پیار کیا۔ اس وقت وہ نوری حضوری بچہ حضرت شیر شاہ صاحب کی داڑھی سے کھیلنے لگا۔ اور کھیلتے ہوئے ان کی داڑھی کے دو بال نکال لئے جس سے حضرت شیروشاہ صاحب نے درد محسوس کیا۔ لیکن لحاظ اور پاس ادب سے کچھ نہ کہا۔ وہ نوری بچہ پھر اسی طرح تمام حاضرین بزم نبوی کی گود میں کھیلتے کھیلتے حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی گود میں آکر آپ کی آستین میں گھس کر غائب ہوگیا۔

صبح کو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ اسی معین اور وعدہ کئے ہوئے ٹیلے پر تشریف لاکر حضرت شیر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی انتظار میں درویشوں سمیت بیٹھ گئے۔ کہ اتنے میں حضرت شیر شاہ صاحب بھی اپنے درویشوں کو ساتھ لے کر غصے اور جوش انتقام میں لال پیلے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے پاس آگئے۔ اور آتے ہی غضبناک لہجے میں کہا اے درویش ہم نے رات کو بزم نبوی میں تمہارا جائزہ لیا۔ اور تمہیں دیکھتے رہے۔ لیکن تمہاری شکل تک وہاں نظر نہ آئی۔ لہٰذا تم جھوٹے ثابت ہوگئے۔ (معاذ اللہ) اب ہم تمہیں پھر ایک دفعہ موقع دیتے ہیں کہ تم اپنے ان سفلی احوال اور جھوٹے افعال سے تائب ہو جاؤ۔ ورنہ اس کا نتیجہ بہت ہی برا اور عبرتناک ہوگا۔ اس پر حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے فرمایا شاہ صاحب کسی امر واقعہ کی شہادت کیلئے شریعت میں کتنے گواہ چاہیں؟ شاہ صاحب نے جواب دیا دو گواہ اس پر حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے فرمایا یہ لو میری حاضری کے بھی دو شاہد آپ کی ریش مبارک کے دو بال موجود ہیں۔ حضرت شیر شاہ صاحب اپنی داڑھی کے بال دیکھ کر چونک پڑے۔ اور فوراً حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے سامنے ہاتھ باندھ کر معافی کے خواستگار ہوئے۔

حسن پر اپنے ہر اک مہ پارہ گرم لاف تھا
گھر سے وہ خورشید رو نکلا تو مطلع صاف تھا

اس کے بعد حضرت شیر شاہ صاحب علیحدگی میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کرنے لگے۔ منجملہ ان کے یہ بھی دریافت کیا کہ جناب آپ لوگ بظاہر ہمیں بزم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نظر نہیں آتے۔ لیکن اپنے باطنی کمالات اور روحانی طاقت میں ہم سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ سو آپ کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا شاہ صاحب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی باطن میں نو قسم کی کچہریاں لگتی ہیں۔ سب سے ادنیٰ مجلس وہ ہے جو عالم ناسوت میں ہر جگہ منعقد ہوتی ہے۔ جس میں عام اولیاء اللہ جسم نفس کے ساتھ حضرت سرور دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ نفس کے اردگرد جمع ہوتے ہیں۔ اور ناسوتی فیض پاتے ہیں اسی طرح قلوب کی کچہری الگ ہے۔ اور ارواح کے دربار علیٰ ہذالقیاس علیحدہ علیحدہ منعقد ہوا کرتے ہیں۔ اور ہم عاشقوں اور فنافی اللہ بقایا باللہ فقرا کی خاص کچہری نور کے دریائے ژرف توحید یا لامکان میں منعقد ہوتی ہے۔ آپ لوگوں کو سوائے اسی ایک بزم مقام ناسوت کے اور کسی کچہری تک رسائی نہیں۔ اور ہم حضور پر نور کے ذاتی فقر کے وارث آپ کی ہر مجلس میں حاضر رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ نو مقام جہاں نو قسم کی کچہریاں منعقد ہوتی ہیں۔ حسب ذیل ہیں۔

اول مقام دنیا، دوم مقام عقبیٰ، سوم مقام ازل، چہارم مقام ابد، پنجم مقام روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، ششم مقام بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ، ہفتم مقام عرش، ہشتم دریائے ژرف یعنی بحر توحید اور نہم مقام لاہوت لامکان۔ اس کے بعد حضرت شیر شاہ صاحب کو ان کی درخواست پر اپنا خلیفہ بنایا اور مقام ادنیٰ سے نکال کر مقام اعلیٰ پر سرفراز فرمایا۔ واللہ اعلم بالصواب (بحوالہ مخزن الاسرار)

ایک ننھی سی بچی کی فیض یابی کا واقعہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ ڈیرہ غازی خاں کی طرف چند درویشوں کے ہمراہ سفر فرما رہے تھے۔ راستہ میں ایک گاؤں چھبری نامی پر آپ کا گزر ہوا۔ (یہ گاؤں پیر عادل الدین تیغ براں قدس سرہ کے روضہ انور کے قریب ہے۔) وہ وقت چاشت کا تھا۔ آپ کے ہمراہ درویشوں نے عرض کی۔ حضرت اگر فرمائیں تو اسی گاؤں میں ٹھہر کر روٹیاں پکا لیں۔ آپ نے اجازت فرما دی۔ اس گاؤں میں ایک عورت درویشوں کی خدمت کیا کرتی تھی۔ آنحضرت قدس سرہ اس کے گھر تشریف فرما ہوئے۔ آپ کے ہمراہی درویش اس عورت کے ساتھ مل کر کھانا پکانے میں مشغول ہوئے۔ اس عورت کی ایک شیر خوار لڑکی پنگھوڑے میں سوتی تھی۔ جاگ کر رونے لگی۔ وہ عورت آنحضرت قدس سرہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی۔ کہ اے درویش اس بچی کے پنگھوڑے کو ہلا دے۔ تاکہ ذرا چپ رہے۔ آنحضرت قدس سرہ اس کے پنگھوڑے کو پکڑ کر ہلانے لگے اور ساتھ ہی اسم ذات اللہ ھو اللہ کہتے جاتے۔ اس چھوٹی سی بچی کے اسی وقت پنگھوڑے میں مرشد کامل کی توجہ کی تاثیر سے اسم اللہ ذات جاری ہو گیا۔ اور ایک ولیہ خدا بن گئی۔ پھر آنحضرت قدس سرہ اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ اے عورت اس بچی کے پنگھوڑے کو ہم نے ایسی جنبش دی ہے۔ کہ قیامت یہ جنبش ترقی اور زیادتی کرتی رہے گی۔

اس لڑکی کا نام حضرت فاطمہ علیہا الرحمتہ ہے۔ یہ قوم بلوچ مستوئی سے تھیں۔ اور ان کا مقبرہ منورہ قصبہ فتح خاں اور قلعہ گڑانگ کے نزدیک ہے۔ اس مزار پاک پر لاکھوں زائرین اور سینکڑوں طالب اللہ فیض حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ اور اسرار الٰہی سے مطلع ہوتے ہیں۔ (مناقب سلطانی)

شیخ جنید قریشی رحمتہ اللہ علیہ سے ایک ملاقات

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سلطان العارفین شیخ سلطان باہو قدس سرہ صوبہ ملتان سے متعلق دریائے راوی کے مشرقی کنارہ پر جلال خاں قوم ڈیدہ کے بسائے ہوئے قصبہ سردار پور میں سیر کرتے ہوئے جانکلے۔ وہاں شیخ جنید قریشی رحمتہ اللہ علیہ سے آپ کی ملاقات ہوگئی۔ شیخ جنید نے آپ کی ضیافت میں درخت جنڈ کا پھل (جسے سنگری کہا جاتا ہے اور جو شکل وصورت میں لمبا اور باریک ہوتا ہے) پکانے کا حکم دیا۔ جب درویشوں اور خادموں نے پکا کر دیگ سے باہر نکالا۔ تو وہ پھل اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضرت شیخ جنید رحمتہ اللہ علیہ کے تصرف سے سیویوں میں تبدیل ہوگیا۔ یہ دیکھ کر حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے حکم دیا کہ چوہے کی بل سے مٹی (یعنی چوہے کیر) لاؤ۔ اور ان سیویوں پر ڈال دو۔ درویشوں اور خادموں کا آپ کے حکم سے مٹی کالا کر سیویوں پر ڈالنا ہی تھا کہ وہ فوراً شکر میں تبدیل ہوگئی۔ پھر حضرت سلطان العارفین باہو قدس سرہ نے درویشوں کو حکم دیا کہ اب کہیں ادھر ادھر سے بارش کا پاک پانی جو زمین پر کھڑا رہتا ہے تلاش کرو۔ درویشوں نے تلاش کر کے لا حاضر کیا۔ آپ نے ان سیویوں پر اس پانی کے ڈال دینے کا حکم دیا۔ وہ پانی اللہ تعالیٰ کے حکم سے فوراً گھی بن گیا۔ جسے سیویوں پر ڈال کر ساری مجلس کو کھانا کھلایا گیا۔

حضور سلطان العارفین شیخ سلطان باہو قدس سرہ کی یہ کرامت حضرت شیخ جنید رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں مفصل مشہور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مناقب سلطانی ۴)

شیخ جنید قریشی علیہ الرحمتہ کے فرزند شیخ کالو شاہ علیہ الرحمتہ کا شوق زیارت

انہیں شیخ جنید قریشی کے فرزند شیخ کالو شاہ رحمتہ اللہ علیہما حضرت سلطان

العارفین شیخ سلطان باہو قدس سرہ کے معتقد اور مرید تھے۔ ایک مرتبہ جب اپنے شیخ قدس سرہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ تو شور کوٹ شریف میں آئے جب اپنے شیخ سلطان العارفین شیخ سلطان باہو قدس سرہ کے مکان پر آئے۔ تو ہو کے ذکر کی آواز سنی۔ شیخ کالو شاہ علیہ الرحمتہ زیارت کے لئے اندر داخل ہوئے۔ چاروں طرف نگاہ کی۔ مگر حجرہ کے اندر کچھ نہ پایا۔ سوچ میں پڑ گئے۔ اتنے میں حجرہ کے باہر ہو کی آواز آنے لگی۔ شیخ کالو شاہ علیہ الرحمتہ زیارت کے لئے حجرہ سے باہر آئے۔ مگر باہر نکل کر بھی کچھ نہ پایا۔ پریشانی کے عالم میں تھے۔ کہ پھر اندر سے ہو کی آواز بدستور سنائی دینے لگی۔ پھر شیخ علیہ الرحمتہ زیارت کے لئے اندر گئے۔ چاروں طرف نظر دوڑائی۔ مگر کچھ نہ پایا۔ حیران کھڑے تھے کہ پھر باہر ہو کی آواز سنائی دینے لگی۔ باہر نکلے تو پھر کچھ نہیں تھا۔ مگر اندر سے بدستور ہو کی آواز آ رہی تھی۔

شیخ کالو شاہ علیہ الرحمتہ کئی مرتبہ اندر اور باہر جانے آنے کے بعد مایوس اور خاموش ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اور سوچ میں پڑ گئے۔ آنکھیں زیارت کی تشنگی سے جل رہی تھیں۔ از بس شوق کے سبب آہ بھر کر ہندی الفاظ میں یہ شعر کہا۔

اندر ھو باہر باھو کتھ لبھیندا

ھو دا داغ محبت والا دم دم نال سڑیندا

اندر بھی ہو ہے اور باہر بھی ہو ہے۔ معلوم نہیں کہ شیخ باہو کہاں ملے گا۔ ہو کا محبت اور شوق بھرا داغ ہر دم جلاتا رہتا ہے۔

جب جدائی اور مفارقت اور ناامیدی کے یہ کلمات شیخ کالو شاہ علیہ الرحمتہ ظاہر ہوئے تو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ بھی ترحم کا باعث ہوئے۔ اور یہ شعر [illegible] فرمایا۔

جتھے ھو کرے روشنائی چھوڑ اندھیرا ویندا

دوئیں جہان غلام تینندے باھو جھڑا ھونوں صحیح کریندا

جس مقام پر ھو روشنی کرتا ہے وہاں سے تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ اور اے باہو (قدس سرہ) جو شخص ھو کو پہچان لیتا ہے۔ دونوں جہان اس کے غلام ہو جاتے ہیں۔

اسی اثناء میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے طالب صادق شیخ کالو شاہ علیہ الرحمتہ کو دولت دیدار سے مالامال فرمایا۔ اور درمیان میں جو حجاب تھا۔ وہ از راہ ترحم اٹھا دیا۔ اور اپنی ذات بابرکات سے مشرف فرمایا۔

شیخ کالو شاہ علیہ الرحمتہ اور ان کے والد بزرگوار حضرت شیخ جنید علیہ الرحمتہ دونوں کے مزارات سردار پور میں ہیں۔ (مناقب سلطانی)

نظر جنہاندی کیمیا ہووے سونا کر دے وٹ
ذاتاں دتیاں رب دیاں کیا سید کیا جٹ

جن دنوں آپ شورکوٹ کے قرب وجوار میں کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔ ایک خاندانی سفید پوش نے مفلسی سے تنگ آکر کسی بزرگ کی خدمت میں اپنی حالت بیان کی کہ حضرت اب میری مفلسی حد تک گزر گئی ہے۔ صرف ظاہری سفید پوشی ہی نظر آرہی ہے۔ اور گھر کی یہ حالت ہے کہ فقر وفاقہ میں بسر ہوتی ہے۔ قرض خواہوں کا دروازے پر جمگھٹا رہتا ہے۔ اور عیال و اطفال کی شادی و دیگر کار خیر مفلسی کے سبب ملتوی ہو رہے ہیں۔ باہر سفید پوشی ہے اور اندر کچھ بھی نہیں۔ میں آپ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ کیونکہ مردان خدا کی دعا سے اللہ تعالیٰ مشکلیں آسان کر دیتا ہے۔ خدارا مجھے اس بھنور سے نکالئے۔ اس مرد خدا نے اس سفید پوش کو خوش خبری دی کہ ایسا مرد مکمل اور مشکل کشائے کامل حضرت سلطان باھو قدس سرہ دریائے چناب کے کنارے قصبہ شورکوٹ میں ہے۔ تمہاری یہ مشکل ان کی دعا سے حل ہو گی۔ وہ سفید پوش اپنے رفیقوں اور نوکروں چاکروں سمیت منزل بمنزل قصبہ شورکوٹ میں آیا۔ اور پوچھتا پوچھتا حضرت سلطان

العارفین سلطان باھو قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ کو ہل چلاتے دیکھا۔ یہ حالت دیکھ کر اس کا دل ٹوٹ گیا۔ اور واپس لوٹا۔ اور اپنے سفر کی محنت کا غم کرنے لگا۔ کہ افلاس اور فقر کا مارا پریشان اور حیران امداد کی امید پر یہاں آیا تھا۔ سو یہ شخص خود مفلسی میں گرفتار رہے۔ اور ہل چلا رہا ہے۔ وہ میری مدد کیا کرے گا۔ ابھی وہ سفید پوش لوٹا ہی تھا کہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے اسے آواز دی کہ اے فلاں سید فلاں ملک سے اس قدر فاصلہ طے کر کے آیا ہے۔ اور سفر کی سختیاں سہی ہیں۔ تو ہم سے ملاقات کئے بغیر کیوں واپس جا رہا ہے؟ یہ سنتے ہی اس سفید پوش کے دل کی کلی کھل گئی۔ اور دل میں کہنے لگا کہ خیر کام کا بننا تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا اتنا شکر ہے کہ مجھے مرد خدا تو کامل ملا ہے۔ اسی وقت گھوڑے سے اترا۔ اور حاضر خدمت ہو کر دست بستہ اپنا حال زار عرض کیا۔ آپ نے اسے فرمایا کہ تھوڑی دیر میرا ہل چلاؤ۔ میں پیشاب کر لوں۔ اس سید مرد نے ہل چلانا شروع کیا۔ اور آپ پیشاب کرنے کے بعد وہاں آ کھڑے ہوئے۔ اور جس ڈھیلے سے بول کی طہارت کی تھی۔ فارغ ہو کر اسی کھیت جس میں ہل چلا رہے تھے۔ دے مارا۔ جس کے مارتے ہی اس کھیت کے ڈھیلے اور مٹی سونا بن گئے۔ آپ نے اس سفید پوش سید کو فرمایا کہ اپنی حاجت کے مطابق یہاں سے سونا اٹھا لو۔ اس نے گھوڑے اور ساتھیوں کو سونے سے لاد لیا۔ اور گھر واپس لوٹ آیا۔ اور یہ ہندی شعر اسی سفید پوش سید کا ہے۔

نظر جنہاندی کیمیا ہووے سونا کردے وَٹ
ذاتاں دتیاں رب دیاں کیا سید کیا جٹ

آپ کی یہ کرامت بہت مشہور ہے۔ اور اس کی صحت میں بالکل شک نہیں۔ اس واقعہ سے صدیوں بعد تک سینکڑوں اشخاص نے اس سونا کو دیکھا ہے۔ بلکہ میرے جد بزرگوار حضرت مولانا مولوی غلام حیدر صاحب خوشنویس رحمتہ اللہ

جب قبلہ عالم حاجی سلطان نور احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین کی خدمت پاک میں دربار مقدس و معلے پر حاضر رہتے تھے۔ تو انھوں نے بھی اس خاندان کی عورتوں کے پاس (جب وہ دربار شریف پر زیارت کے لیئے آئیں) اس سونے کے زیورات اپنی آنکھوں دیکھے۔ فرمایا کرتے تھے۔ کہ وہ زیورات موجودہ بازاری سونے کے زیورات سے زیادہ خوش رنگ' اصلی' اور ان سے زیادہ چمکدار تھے۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ نے جو اس سفید پوش سید کا نام لے کر پکارا اس کی وجہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ جب حاجت مندوں اور محتاجوں پر فیض کرنا چاہتے ہیں۔ تو ایسا کرنے سے کم یقین آدمیوں کو اپنی طرف کھنچتے ہیں۔ اور ان میں ایک گونا اعتقاد پیدا کرتے ہیں۔ اور پھر انہیں با مراد کرتے ہیں۔ جب اولیاء اللہ کو حکم ہوتا ہے کہ عوام کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ۔ یا فیض پہنچاؤ' تو وہ ان کی اعتقاد بخشی کی ضرورت کے مطابق ان کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر کے انہیں فیض پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ ایسا کرنا سنت نبوی ہے۔ ورنہ جو لوگ ہر وقت دیدار الٰہی کے مست ہیں۔ اور دریائے وحدت میں مستغرق ہیں۔ انہیں کیا ضرورت ہے۔ کہ وہ عوام پر اپنا آپ ظاہر کریں۔ اور انہیں کشف و کرامات دکھائیں۔ پس محض خلقت کو حق کی طرف بلانے کے لیے غافل اور سنگدلوں کے لوہے کو خالص سونا بناتے ہیں۔ یا ان کے قالبوں اور معاد کی قابلیت اور ان کی طلب کی استعداد کی موافق انہیں مطالب تک پہنچاتے ہیں۔ اور محض اسی ضرورت کے واسطے حکم الٰہی کے موافق محویت فی اللہ اور سیر فی الذات جیسے عالی مقامات سے نزول فرما کر اور مجبوراً "ان اولیاء ی تحت قبائی لا یعرفھم غیری" کے برقع سے نکل کر خلق اللہ کو فیض پہنچاتے ہیں۔ ورنہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی ارواح مقدسہ اور ان کی ذات منبع فیوضات کو کیا ضرورت کہ دیدار خدا کے شوق اور دریائے وحدت الٰہی کے استغراق جیسے عالی مقامات سے نزول فرمائیں۔ (مناقب سلطانی)

باب سوم

فصل اول

حضور کے والد ماجد سلطان بازید محمد قدس سرہ کی وفات اور ان کا مزار پاک

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے والد ماجد جن کا اسم گرامی سلطان بازید محمد قدس سرہ تھا۔ خاص شہر شورکوٹ میں فوت ہوئے۔ اس وقت حضرت سلطان العارفین قدس سرہ ابھی بچہ ہی تھے۔ حضرت شیخ سلطان بازید محمد قدس سرہ حافظ قرآن اور قاری تھے۔ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف حضرت شیخ طلحہ علیہ الرحمتہ کی اولاد کے پاس موجود تھا۔ (شاید اب بھی ہو) سلطان الاصفیا حضرت شیخ سلطان حامد رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف "مناقب سلطانی" میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ شیخ طلحہ علیہ الرحمتہ کی اولاد کے پاس آنحضرت قدس سرہ کے دست مبارک سے لکھے ہوئے قرآن کریم کی زیارت میں نے خود اپنی آنکھوں سے کی ہے۔ اس قرآن حکیم پر وقوف غفران و قوف کفران اور مقامات سکتہ وغیرہ کے جو قوانین اور قواعد آپ نے ملحوظ رکھے ہیں۔ وہ اعلیٰ درجہ کے قاری اور حافظ کے سوا کوئی نہیں رکھ سکتا۔ حضرت سلطان بازید محمد قدس سرہ کا مزار پاک اسی شہر شورکوٹ میں مغرب کی طرف حضرت شیخ طلحہ علیہ الرحمتہ کے مزار پاک کے پاس ہے۔

حضور کی والدہ ماجدہ بی بی راستی قدس سرہ کی وفات اور ان کا مزار پاک

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی والدہ ماجدہ جن کا اسم مبارک بی بی راستی

رحمتہ اللہ علیہا تھا۔ اپنے خاوند حضرت سلطان بازید محمد قدس سرہ کی وفات کے بعد کافی عرصہ تک زندہ رہیں۔ چنانچہ جس وقت سلطان العارفین قدس سرہ حضرت شیخ سید عبدالرحمٰن قادری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے۔ تو اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا زندہ تھیں۔ اس وقت حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی عمر شریف چالیس برس کی تھی۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کے متعلق اپنی تصنیفات میں فرماتے ہیں۔

رحمت حق بر روان راستی
راستی از راستی آراستی

مائی صاحبہ بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا کے مزار پاک میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی قبر انور ملتان کے گردو نواح میں شہر بوستان اور لطیف آباد کے نزدیک بی بی پور سید صاحباں کے قبرستان میں ہے۔ جہاں اس وقت موضع بوسن سلطنت دہلی کیطرف سے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے لنگر کی امدو معاش کے لئے۔ جاگیر ملا ہوا تھا۔ اور متعلقین کا گزارہ بھی اسی پر تھا۔ لیکن اکثر کہتے ہیں کہ آپ نے بھی اسی شہر شور کوٹ میں وفات پائی۔ اور اپنے خاوند حضرت سلطان بازید محمد قدس سرہ کے مزار پاک کے قریب مدفون ہوئیں۔ یہ دونوں مزارات محل شریف کے اندر ہیں۔ مشرق کی طرف مائی صاحبہ کی قبر مبارک اور مغرب کی طرف حضرت سلطان بازید محمد قدس سرہ کا مزار انور ہے تلاوت قرآن پاک فاتحہ خوانی اور حصول برکات کے لئے۔ عورتیں مائی صاحبہ کے مزار پر اور مرد حضرت سلطان بازید محمد قدس سرہ کے مزار پاک کے قریب ٹھہرتے ہیں۔ شروع شروع میں یہ مزارات کچے تھے۔ اب بمعہ محل شریف پختہ بنا دیئے گئے ہیں۔ محل شریف کی عمارت بڑی خوبصورت اور قابل دید ہے۔ پاس ہی ایک پختہ وسیع نئی مسجد تعمیر کی گئی ہے۔

یہاں سے کچھ دور مغرب کی طرف ایک عالی شان مسجد اور زائرین کے لئے۔

بڑا وسیع دو منزلہ مسافر خانہ ہے۔ جو کئی کمروں پر مشتمل ہے۔ شور شریف کے راستے دربار شریف جانے والے مسافر رات یہیں ٹھہرتے ہیں۔ یہاں کے سجادہ نشین الحاج حضرت سلطان محمد عبدالمجید مدظلہ ہیں۔ جو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی نویں پشت میں ہیں۔

فصل دوم

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی وفات اور آپ کے مزار کا بیان

شاہباز لامکان در دریائے ملکوت ہمائے اوج لاہوت شیخ المشائخ مولانا و مرشدنا سلطان العارفین حضرت شیخ سلطان باھو قدس سرہ ۶۳ سال کی عمر شریف میں یکم جمادی الثانی ۱۱۰۲ ہجری المقدس جمعہ کی رات تین پہر گزرے اس جہان فانی سے کوچ کرکے دار جاودانی میں جوار حق میں پہنچے۔

اول جمادی الثانی شب جمعہ بدسہ پاس
شد وصل شیخ باہو فرخندہ نام را
شہباز اوج وحدت بالا پرید فقط!
ایں است سال وصلت عالی مقام را
ابدی غلام باہو ایں نیز وصل دوست
یارب کند توجہ سلطاں غلام را

غرہ شہر جمادی الثانی!
بد شب جمعہ وقت نورانی

قرب حق شد نصیب باہو را
قدس اللہ سرہ ابدا
از سر ہر سہ مصرعہ حرف گزیں
تا ز تاریخ او شود بالیقیں!

کاشف اسرار الحق اہل دیں
گشت تاریخ وصالش بالیقیں

۱۱۰۲

آنحضرت قدس سرہ کا پہلا مزار پاک

آپ کا جنازہ ملتان کے پرگنوں میں پرگنہ شورکوٹ کے متعلق موضع قہرگان کے ایک قلعہ میں جو پکی اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ دفن کیا گیا۔ یہ گاؤں خلیفہ ہند شاہ جہان بادشاہ وقت نے آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ سلطان بازید محمد قدس سرہ کو کئی ہزار بیگھہ زمین اور کنوؤں سمیت بطور وجہ معاش اور مدد لنگر کے لئے۔ انعام دیا ہوا تھا۔ جس پر کسی قسم کا محصول یا خراج نہیں تھا۔ یہ گاؤں خاص بادشاہ کی ملکیت تھا۔ حضرت سلطان العارفین شیخ سلطان باہو قدس سرہ کا پہلا مزار مقدس اس قلعہ کے اندر بنایا گیا۔ چنانچہ آپ نے قلعہ قہرکان والے مقبرہ مقدسہ میں جو آپ کا پہلا مزار انور تھا۔ ستتر برس آرام فرمایا۔ اس کے بعد یہ قلعہ ۱۱۸۰ھ میں جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ لاہوری کے قبضے میں آیا۔ جو کہ ملتان کے منتظم تھے۔ حضرت شیخ سلطان محمد حسین قدس سرہ جو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے پوتے اور حضرت شیخ سلطان ولی محمد قدس سرہ سجادہ نشین اول کے فرزند ارجمند اور خود حضرت سلطان

العارفین قدس سرہ کے دوسرے سجادہ نشین تھے۔ اپنے متقی پن کے سبب مذکورہ بالا سکھوں کے عمل سے واقف ہو کر اپنے وطن سے ہجرت فرما گئے۔

آنحضرت قدس سرہ کا دوسرا مزار پاک

اب خانقاہ مقدس میں صرف چند ایک فقیر اور خلیفے رہتے تھے۔ اتفاقاً دریا قلعہ تک آپہنچا اور اسے گرا دیا۔ پھر قبروں تک جا پہنچا۔ خلیفوں نے باقی مزارات کے صندوق تو نکال لئے۔ مگر حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کا مزار انور بدستور رہا۔ آپکا صندوق بڑی تلاش اور جستجو کرنے کے بعد بھی نہ مل سکا۔ فقیر اور خلیفے نا امید ہو کر رونے لگے۔ اور فریاد کرنے لگے۔ کہ یا حضرت آپ کے مزار انور سے آپ کا صندوق نہیں مل رہا۔ اور دریا بھی بالکل قریب آچکا ہے اس صورت میں آپ کے غلام پریشان اور پراگندہ ہو جائیں گے۔ پس خلیفوں اور فقیروں کو حضور سے ارشاد ہوا کہ تم سب مطمئن رہو۔ ہم ضرور باہر نکلیں گے۔ مگر جو شخص ہمارے جسم کو چھونے کے لائق ہے وہ کل صبح یہاں آئے گا۔ وہی آکر ہمارا صندوق نکالے گا۔ اور اس عرصہ میں دریا غلبہ نہیں کرے گا۔ درویشوں کو اس اشارے سے تسلی ہوئی۔ اور حکمت غیبی کے ظہور کا انتظار کرنے لگے۔ جب مقررہ وقت آیا تو ایک سبز پوش برقعہ دار شخص ظاہر ہوا۔ اس نے اپنے چہرہ پر سے نقاب نہ اٹھایا۔ اور آتے ہی اس مٹی سے جو خلیفوں اور فقیروں نے کھود رکھی تھی۔ بلا تامل حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کا صندوق نکال لیا۔ یہ دیکھ کر ہزار ہا لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ انہوں نے آپ کی زیارت کی۔ دیکھا تو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ بدستور سوئے ہوئے تھے۔ اور آپ کی ریش مبارک سے غسل کے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ جب صندوق کھولا گیا تو میلوں تک خوشبو پھیل گئی۔ اکثر حاضرین کو جذبہ اور وجد ہو گیا۔ اللہ اللہ کتنے ہی خوش نصیب تھے۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنی آنکھوں

سے آنحضرت قدس سرہ کی زیارت کی- بلا تامل ماننا پڑتا ہے کہ آپ کی زیارت سے بہت سے طالبان حق کی منازل طے ہو گئی ہونگی- اور بہت سے دنیادار' دین دار اور شقی متقی بن گئے ہونگے کیونکہ آج پورے تین سو سال کے بعد آپ کے تیسرے مزار کی زیارت سے اس قسم کے ہزاروں واقعات کا ظہور اس امر کا واضح ثبوت ہے-

آپ کا صندوق مبارک ملنے کے بعد حاضرین کو سخت تردد ہوا کہ اب آپ کا صندوق مبارک دفن کس جگہ کیا جائے؟ کیونکہ دریا کی جانب سب جنگل اور مویشیوں کی چراگاہ تھی- اس حالت سے پہلے چیپل والے کنویں پر ایک بڑی حویلی کی چاردیواری بنی ہوئی تھی- جس کے متعلق مشہور تھا- کہ جو شخص اس حویلی میں قدم رکھے بے ہوش ہو جاتا ہے- یہاں تک کہ مال مویشی بھی اس میں داخل نہ ہو سکتے تھے- لوگ خوفزدہ ہو کر اس کنوئیں کو ویران کر کے چھوڑ گئے تھے- مال مویشی چرانے والوں نے اس میدان کو جو تقریباً دو سو مربع گز تھا- صاف کر کے اس کے اندر اردگرد کانٹوں کی ریواڑ باندھی ہوئی تھی- تاکہ اس کے اندر داخل ہو کر جانوروں کو نقصان نہ پہنچے- وہ مکان اور حویلی بالکل پاک تھی- آنحضرت قدس سرہ کے ارشاد کے مطابق آپ کو اس چاردیواری کے اندر دفن کیا گیا- زمین نے صندوق مبارک کو اپنے سر آنکھوں پر رکھ کر بوسہ دیا- سلام کیا اور اس شرف سے مشرف ہوئی- یہ مزار اور مقبرہ مقدسہ ۱۱۸۰ھ میں تعمیر ہوا- اور ایک سو ستونجہ (۱۵۷) سال تک مرجع خواص و عوام رہا- اور ہزارہا مخلوق خدا ظاہری و باطنی فیضان سے بہرہ یاب ہوتی رہی- آپ کی بعض لولاد خصوصاً" سجادہ نشین حضرات جو بسبب ظلم جھنڈا سنگھ د گنڈا سنگھ اطراف و جوانب ہجرت کر گئے تھے- آپ کا صندوق مبارک یہاں دفن ہونے کے بعد دربار مقدس و معلے پر تشریف لا کر قیام پذیر ہو گئے-

آنحضرت قدس سرہ کا تیسرا (یعنی موجودہ) مزار پاک

ایک سو ستونجہ (۱۵۷) سال گزرنے کے بعد حسب پیشگوئی حضرت سلطان العارفین قدس سرہ دریا پھر دربار مقدس و معلے کے قریب آپہنچا۔ یہ واقعہ ۱۳۳۶ھ کا ہے اور اس وقت سلطان اولیاء شیخ الاصفیاء حضرت شیخ حاجی سلطان نور احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ جو سلطان الوقت حضرت قبلہ حاجی سلطان غلام جیلانی صاحب مدظلہ العالی (موجودہ سجادہ نشین) کے جدا مجد یعنی دادا پاک سجادہ نشین تھے۔ چنانچہ آپ کے حکم سے فقیر بوقت سخت بروئی دریا کے حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کا صندوق مبارک محل شریف سے نکالنے لگے۔ آپ کے ساتھ آپ کی اولاد پاک کے جتنے مزارات تھے۔ ان مزارات کے صندوق مبارک بجسہ ملتے گئے۔ مگر حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے مزار انور سے صندوق مبارک بصد کوشش اور بعد از کمال جستجو کے بھی نہ مل سکا۔ جس سے تمام حاضرین کو سخت پریشانی ہوئی۔ یوں تو حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کا ارشاد گرامی ہے۔

باھو گم قبر جسہ گم نام و نشاں
جسہ را با خود برم در لامکاں

مگر چونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے محض مخلوق خدا کی راہنمائی کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ اور ہر ایک کافر اور مومن' بے نصیب اور بانصیب زندہ اور مردہ کے لئے۔ فیاض زماں بنا کر بھیجا گیا۔ اور اس نازک دور میں دینی خدمات سرانجام دینے اور مخلوق خدا کی راہنمائی کے لئے۔ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خلیفہ اور صحیح جانشین مقرر فرمایا ہے۔ اس لئے۔ انہوں نے لازمی ظہور فرمانا تھا۔ اور اس وقت کی پوشیدگی میں کوئی مصلحت تھی۔ چنانچہ آپ نے رات کو خواب میں اپنی زیارت سے مشرف فرما کر اس بے چینی کو دور کر دیا۔ اور اسی مقام سے صبح کو زمین کھودنے کا حکم فرمایا۔ دوسرے روز اسی مقام سے علی الصبح زمین کھودنے پر صندوق

کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ ابھی تھوڑی سی مٹی ہٹائی گئی۔ تو خوشبو کے حلے آنے شروع ہو گئے۔ اس خوشبو کی مثل دنیا میں نہیں ملتی تھی۔ آپ کا صندوق تو مل گیا۔ مگر کثرت خوشبو کے سبب اب وہاں ٹھہرنا محال ہو چکا تھا۔ قبر شریف کے اندر کوئی شخص پورے پندرہ منٹ نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ بمشکل صندوق باہر نکالنے کا کام سرانجام دیا گیا۔ اس خوشبو کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ اس کام میں شریک ہونے والے لوگوں کے لباس پھٹتے پھٹ گئے۔ مگر خوشبو ان میں جوں کی توں باقی رہی۔ اس کے علاوہ بھی اس موقعہ پر متعدد کرامات معنوی کا ظہور ہوا۔ جو بسبب طوالت مضمون درج نہیں' کی جارہیں۔ آپ کا صندوق مبارک ۱۳۳۶ھ کو ماہ محرم میں دس تاریخ سے پہلے پہلے نکال کر وہیں محفوظ رکھا گیا۔ اور پھر بموجب حکم حضور سجادہ نشین صاحب رحمتہ اللہ علیہ (جو باطن میں خود حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کا ارشاد تھا) اس دربار شریف سے شمال مغربی گوشہ میں ایک میل کے فاصلہ پر محل شریف کی تعمیر شروع کی گئی۔ اور چھ ماہ کے عرصہ میں یہاں پر محل شریف مسجد شریف اور ارگرد کے جو متعدد حجرات موجود ہیں۔ تیار ہو گئے۔ اس محل شریف میں آپ کا صندوق مبارک بروز جمعہ دفن کیا گیا۔ یہ تمام کام قطب دوران حضرت شیخ محمد امیر سلطان علیہ الرحمتہ والغفران سجادہ نشین جو قبلہ عالم مرشدی و مولائی حضرت محمد حبیب سلطان رحمتہ اللہ علیہ (سابق) سجادہ نشین اور حضرت قبلہ حاجی سلطان غلام جیلانی صاحب مدظلہ العالی موجودہ سجادہ نشین کے والد بزرگوار اور اس وقت کے سجادہ نشین سلطان الاولیاء شیخ الاصفیاء حضرت حاجی سلطان نور احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے) کے سپرد کیا گیا۔ اور انہوں نے ہی بخیر و عافیت سرانجام دیا۔ چنانچہ مسجد اور محل شریف کے صحن سے جنوبی جانب اترنے والی سیڑھیوں کے سامنے حضور سجادہ نشین مدظلہ کے بنگلہ کی طرف جانے والے دروازے پر تحریر کیا ہوا یہ شعر اکثر زائرین کی نظر سے گزرتا ہو گا۔

بانی دربار عالی شدا میر رحمتہ اللہ علیہ
حسب فرماں شاہ سلطاں بے نظیر قدس سرہ

اب یہ شعر نئے رنگ روغن کی وجہ سے مٹ چکا ہے۔

فصل سوم

موجودہ دربار شریف کا نقشہ

موجودہ دربار شریف (مزار شریف ایسی جگہ واقع ہے۔ جس کے چاروں طرف اچھی خاصی آبادی ہے۔ یہاں سے دو میل کے فاصلہ پر پرانی قسم کا بنا ہوا شہر گڑھ مہاراجہ ہے۔ جنوب کی طرف احمد پور سیال دریائے جہلم اور چناب کو عبور کر کے شہر شورکوٹ اور مغرب کی طرف ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر مظفر گڑھ روڈ گزرتی ہے۔ آج کل دربار شریف جانے والے زائرین کو بڑی سہولت ہے۔ کیونکہ دربار شریف تک پختہ سڑک بنی ہوئی ہے۔ اور اب احمد پور سیال اور گڑھ مہاراجہ دونوں طرف سے آنیوالے زائرین رات دن جب چاہیں خاص دربار شریف پہنچ کر بس سے اترتے ہیں۔

(محل شریف جس کے اندر حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کا مزار انور اور آپ کی اولاد پاک کے کئی مزارات ہیں۔) اور مسجد سطح زمین سے تین چار فٹ بلند ہیں۔ دونوں کی سامنے کی دیوار اور صحن مشترکہ ہے۔ صحن اتنا وسیع ہے۔ کہ بیک وقت یہاں پانچ ہزار آدمی باجماعت نماز ادا کر سکتے ہیں۔ مسجد کے صحن سے متصل مشرق کی طرف وضو کرنے کے لئے بہت بڑا حوض ہے جس میں ہر وقت موٹر کا تازہ پانی پہنچتا رہتا ہے۔ اب یہ حوض وضو کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ دربار شریف کے مین گیٹ کے سامنے باہر جہاں پہلے حضوری کنواں ہوتا تھا اب خوبصورت

وضوخانہ بنا دیا گیا ہے۔ اور اب وضو کا انتظام پہلے سے بہت بہتر ہو گیا ہے۔ مسجد کے اندر سنگ مرمر لگا ہوا ہے۔ اور سامنے کی دیوار پر اعلیٰ قسم کی شیشے کی ٹکڑیاں۔ حضرت صاحب نے تو تمام سنگ مرمر لگوانے کا اردہ فرمایا تھا۔ مگر حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی طرف سے اجازت نہ ملی۔ کیونکہ اس طرح زائرین کو گرمیوں میں سخت تکلیف کا اندیشہ تھا۔ یہ علاقہ ملتان کا علاقہ ہے۔ اور ملتان میں گرمی کی شدت مشہور ہے۔ اب بھی گرمیوں میں صحن کی پختہ اینٹوں کی تپش کا یہ عالم ہوتا ہے کہ دو قدم چلنے میں پاؤں جلنے لگتے ہیں۔ یہاں کے رہنے والے کئی لوگ مسجد کے صحن میں چلنے کے لئے۔ لکڑی کی پاک کھیڑیاں استعمال کرتے ہیں۔ محل شریف کے اندر جانے کے لئے۔ دو دروازے ہیں۔ ایک مشرقی جانب اور دوسرا مغربی جانب۔

محل شریف کے بالکل درمیان میں حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کا مزار مبارک ہے۔ اس کے اردگرد لکڑی کا بہت بڑا اور خوبصورت پلنگ بنا ہوا ہے۔ مزار شریف ہروقت قیمتی کپڑے کے غلافوں سے ڈھکا رہتا ہے۔

محل شریف کے اندر حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے مزار شریف کے دائیں اور بائیں یعنی مغربی اور مشرقی جانب حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی اولاد پاک کے چھ چھ مزارات ہیں جو لمبائی میں بظاہر تین تین نظر آتے ہیں۔ ان بارہ مزارات میں سے آٹھ کی تفصیل یوں ہے۔

دو مزارات حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے حقیقی فرزند حضرت شیخ سلطان نور محمد رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت شیخ سلطان فتح محمد رحمتہ اللہ علیہ کے ہیں۔

تیسرا مزار حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے بیٹے پہلے سجادہ نشین حضرت سلطان ولی محمد قدس سرہ کے فرزند حضرت سلطان محمد رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔

چوتھا مزار دوسرے سجادہ نشین حضرت سلطان محمد حسین رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔

پانچواں مزار تیسرے سجادہ نشین حضرت سلطان حافظ محمد رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔

چھٹا مزار چوتھے سجادہ نشین حضرت سلطان غلام باھو رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔

ساتواں مزار پانچویں سجادہ نشین حضرت سلطان حافظ صالح محمد رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔

آٹھواں مزار حضرت سلطان حافظ صالح محمد رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند سلطان نور محمد رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ (بحوالہ مناقب سلطانی)

باقی چار مزارات کے بارے میں کسی بھی ذریعہ سے کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ یہ بات یقینی ہے کہ یہ مزارات حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی اولاد پاک کے ہی ہیں۔

ان بارہ مزارات کے علاوہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے مزار شریف کے سرہانے کی طرف مشرقی جانب سے پہلا مزار چھٹے سجادہ نشین حضرت شیخ سلطان نور احمد رحمتہ اللہ علیہ کا ہے اور اس کے ساتھ ہی دوسرا مزار آٹھویں سجادہ نشین حضرت شیخ محمد حبیب سلطان رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔

محل شریف کے اندر داخل ہوں تو سرہانے کی طرف پہلا مزار ساتویں سجادہ نشین حضرت شیخ محمد امیر سلطان رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ (یہ موجودہ سجادہ نشین سلطان الوقت حضرت قبلہ الحاج سلطان غلام جیلانی مدظلہ کے والد محترم تھے اور موجودہ دربار شریف کی تعمیر ان ہی کے زیرِ نگرانی ہوئی تھی۔) اسی طرح مغربی جانب سے اور اس کے متصل ان کے پوتے حضرت صاحبزادہ منظور سلطان رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے۔

حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کی پائنتی کی طرف محل شریف کے اندر صرف ایک مزار مبارک ہے جس میں حضرت حافظ فیض سلطان رحمتہ اللہ علیہ استراحت فرما رہے ہیں۔

اس طرح محل شریف کے اندر کل ۱۸ مزارات ہیں۔

محل شریف کے گرد طالبان حق شب و روز خفی و جلی ذکر کرتے رہتے ہیں۔ ظاہری طور بھی محل شریف اور مسجد کی عمارت بڑی خوبصورت ہے جس کا شمار دنیا عظیم الشان عمارتوں میں ہوتا۔ اس کے نچلے حصے پر سنگ مرمر اور ولائتی شیشہ نما رنگ دار لکڑی کا جڑاؤ کیا گیا ہے۔ بالائی حصہ اور مینار رنگا رنگ کی کانسی سے مزین ہیں۔ دور سے گزرنے والا مسافر بھی نزدیک جا کر دیکھنے کے لئے۔ بے چین ہو جاتا ہے پھر تاثیر اتنی ہے کہ بیرونی حصہ پر نظر پڑتے ہی سخت سے سخت دل آدمی کی زبان پر بھی ذکر حق جاری ہو جاتا ہے۔

محل شریف کے چاروں طرف بیسیوں پختہ حجرے بنائے گئے ہیں۔ نچلی سطح پر مسجد سے متصل جانب شمال حضرت قبلہ سلطان نور الحسن رحمتہ اللہ علیہ کا مزار شریف ہے۔ (یہ حضرت الحاج صاحبزادہ سلطان محمد عبدالحمید مدظلہ سجادہ نشین شورکوٹ شریف کے والد محترم تھے۔) پختہ حجروں کے اندر اور باہر مغرب کی طرف جنوبی اور شمالی جانب حضرت سلطان العارفین قدس سرہ کے فیض یافتہ خلفاء کے متعدد مزارات ہیں۔ جن میں پیر لال شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ میاں جمعہ شاہ صاحبؒ اور پیر زمان شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ جیسے بزرگ شامل ہیں۔

جنوب کی طرف لنگر خانہ ہے۔ جہاں سے عرس پاک دس دنوں میں لاکھوں اور باقی سارا سال ہر روز ہزاروں زائرین کو کھنا تقسیم کیا جاتا ہے۔

لنگر خانے کے ساتھ قبلہ عالم الحاج حضرت محمد حبیب سلطان رحمتہ اللہ علیہ کا بنگلہ ہے۔ اب یہاں حضرت سلطان غلام جیلانی صاحب مدظلہ سجادہ نشین تشریف فرما رہتے ہیں۔

پختہ حجروں کے باہر جو سفید زمین پڑی ہوئی تھی۔ اب وہاں بھی ہر طرف حجرے تعمیر ہو چکے ہیں۔ چنانچہ عرس پاک کے موقعہ پر یہاں لاکھوں آدمی ڈیرے ڈالے رکھتے ہیں۔ بعض زائرین نے جو ہر سال آستانہ عالیہ کی زیارت کے لئے۔

حاضر ہوتے ہیں۔ اپنے طور پر بھی کچے اور پختہ دونوں قسم کے حجرے تعمیر کر رکھے ہیں۔ دربار شریف کے چاروں طرف وسیع زمین چھوڑ کر بہت بڑا حفاظتی بند بنا ہوا ہے۔ بند کے تقریباً اوپر ہی مکتبہ سلطانیہ ہے۔ جہاں سے ہر وقت کتب سلطانی دستیاب رہتی ہیں۔ مشرقی بند کے ساتھ ہی پختہ سڑک گزرتی ہے۔ جہاں اب مستقل بسوں کا اڈا بن گیا ہے۔

ملفوظات سلطانی

۱۔ درویش کے لئے۔ ضروری ہے کہ لقمہ کھاتے وقت حاضر الوقت ہو۔ کیونکہ قالب انسانی کی زمین میں لقمہ بمنزلہ بیج کے ہے۔ جب غفلت سے بویا جائیگا تو جمعیت حاصل نہ ہوگی۔ خواہ وہ لقمہ حلال ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ اے بوالہوس! دنیاوی راحت بجلی کی چمک کی طرح بے ثبات ہے۔ اور اس کی محبت بادل کی تاریکی کی طرح بے بقا ہے۔ نہ اس کی نعمتوں کے فوائد سے الفت کرنی چاہیے۔ اور نہ اس کے رنج کی سختیوں کا غم کرنا چاہیے۔ عقلمند وہی ہے جو عداوت سے بچے۔ اس کی پرہیز قوت اور شوکت دشمن سے زیادہ ہو۔ بہادروں کی بہادری اور دلیری لڑائی کے دن معلوم ہوتی ہے۔ اور امینوں کی دیانتداری لین دین کے دن۔ عورت اور بال بچے کی وفاداری تنگدستی کے دن اور دوستوں کی حقیقت بد بختی کے وقت۔

۳۔ اے عقلمند عزیز! ذرا گورستان میں اہل قبور کی طرف نگاہ کر۔ ان کے احوال سے واقف ہو۔ تجھے بھی چند روز بعد یہیں آنا ہوگا۔ اس لئے۔ تو معرفت وصال الٰہی حاصل کر لے۔ کیونکہ وقت ایک کاٹنے والی تلوار کی طرح ہے۔ اس چند روزہ زندگی کو غنیمت جان اگر تو اس سے مستفید ہوگا تو بہتر ہوگا۔ کیونکہ تو نفسانی ہے۔ اور جو نفسانی ہے۔ آخر اسے فنا ہے۔

۴۔ اے درویش! درویش کا راز خاموشی ہے۔ جو حق کے سوا کہتا ہے۔ وہ عمدہ بات نہیں کرتا۔ اور جو حق ہے وہ عبارت میں نہیں سما سکتا۔

۵۔ صاحب دانش و عقل کل وہ شخص ہے۔ جو پہلے نفس کی مصیبتوں کو پہنچانے اور ان کا پہچاننا نفس کے خلاف ہے اور نفس کے خلاف چلنا محض اللہ تعالیٰ کے لئے۔ پرہیزگاری اختیار کرنا ہے۔ قولہ تعالیٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم اللہ

تعالٰی کے نزدیک سب سے معزز وہی ہے۔ جو تم میں سب سے بڑھ کر پرہیزگار ہو۔

۶۔ پرہیزگاری کا بڑا اصول نفس کو خواہشات سے روکنا ہے۔ قولہ تعالٰی و نہی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوٰی "جس نے نفس کو خواہشات سے روکا۔ پس اس کا ٹھکانہ جنت ہے" جو نفس خواہشات سے رک جاتا ہے۔ وہ بالکل مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ اور اسے تزکیہ و تصفیہ حاصل ہو جاتا۔ حدیث:۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا۔ اس نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا۔

۷۔ نفس کی شناخت توفیق الٰہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور رب کی شناخت نور معرفت اور دل کی صفائی اور روشنی سے۔

۸۔ خفیہ ذکر کی دو علامتیں ہوا کرتی ظاہر میں سیر زمین اور باطن میں سیر قلبی۔

۹۔ جو شخص فقر میں قدم رکھتا ہے۔ اس کے لئے۔ ضروری ہے کہ پہلے اپنے آپ کو علم ظاہری و باطنی میں آزمالے۔ کیونکہ اگر جاہل آدمی فقر شروع کرے گا تو آخر کار وہ مجنون و پریشان ہو کر سلب کر لیا جائے گا۔

۱۰۔ تجھے معلوم ہے کہ بعض فقیر تو کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ انہیں گنج عنایت اور تمام جہان کا تصرف حاصل ہوتا ہے۔ لیکن بعض فقیر بے حمیت ہوتے ہیں۔ جو روٹی کے ٹکڑے کی خاطر مارے مارے پھرتے ہیں۔ اسم اللہ ذات کو فقیر مفلس بھی پڑھتے ہیں۔ اور فقیر غنی بھی اسم اللہ میں کوئی فرق نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک تو مفلس ہی رہتا ہے۔ اور دوسرا غنی ہو جاتا ہے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ جو شخص اسم اللہ ذات کی عزت و عظمت اور قدر جانتا ہے۔ اسے اسم اللہ ذات عزت عظمت اور قدر کے مرتبے پر پہنچاتا ہے۔ اور جو اس کی عزت نہیں کرتا۔ وہ فقر و فاقے میں مبتلا رہتا ہے۔ علما کا علم کی وجہ سے یہی حال ہوتا ہے۔ جو حقیقی عالم ہے اسے ہر طرح کی توفیق حاصل ہے۔

۱۱- فقیر کی نگاہوں میں اہل دنیا مفلس ہیں۔ اور اہل دنیا کی نظروں میں فقیر مفلس ہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ گو فقیر کو سارے دنیاوی خزانوں کا تصرف حاصل ہوتا ہے۔ لیکن وہ غنایت کی وجہ سے ان کی طرف نگاہ نہیں کرتا۔

۱۲- وہ لوگ سخت بیوقوف ہیں۔ جو باوجود معرفت اور قرب الٰہی سے محروم ہونے کے طالبی اور مرشدی کرتے ہیں۔ ایسے طالب و مرشد دونوں دوکاندار ہوتے ہیں۔

۱۳- کیمیا نظر اسے کہتے ہیں۔ جو مردہ دل کو ذکر الٰہی سے زندہ کرے اور نفس کو مار ڈالے اور فنانے اللہ کردے۔

۱۴- زندہ دل اسے کہتے ہیں کہ مرنے پر بھی اس کا دل ذکر الٰہی سے جنبش کرے اور تجلیات ذکر الٰہی سے کھلم کھلا اللہ اللہ کہے۔ اور عام لوگ اللہ اللہ سنیں۔

۱۵- لائق ارشاد وہ مرشد ہے کہ اگر طالب سے صغیرہ یا کبیرہ گناہ وقوع میں آئے تو اسی دم باطن میں غوطہ لگا کر مجلس نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا گناہ بخشوائے۔

۱۶- یا یوں سمجھو کہ مرشد کامل آفتاب کی طرح ہے۔ اور طالب ذرے کی طرح نہ آفتاب ذرے سے جدا ہوتا ہے۔ نہ ذرہ آفتاب سے۔ جو مرشد اسی طرح پر فنافے اللہ اور نور الہدیٰ ہو۔ وہ قال سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ خواب و بیداری میں قرب، مشاہدہ وصال سے تعلق رکھتا ہے۔

۱۷- طالب کو چاہئے کہ جب کسی کو مرشد مان لے تو پھر اس کے عیب کی طرف بالکل خیال نہ کرے اور یہی خاص الخاص مرید کی علامت ہے۔ حدیث المرید لا یرید۔ مرید وہی ہے جو کسی بات کی خواہش نہ رکھے۔ گو ظاہر میں شیخ کسی طرح کرے اس پر نکتہ چینی نہ کرے۔ کیونکہ جو کچھ طالب کو ظاہر میں برا معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی توڑنا بچے کو قتل کرنا۔ اور دیوار بنانا۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ۔ علیہ السلام کی نگاہوں میں گناہ معلوم ہوتا تھا۔ اسی واسطے

خضر علیہ السلام نے فرمایا ھذا فراق بینی و بینک اب مجھ میں اور تجھ میں جدائی ہے۔ پس باطنی معرفت کا کام باطن سے تعلق رکھتا ہے۔ گو خلقت کی نگاہوں میں وہ گناہ معلوم ہوتا ہے اور لوگ اس سے انکار کرتے ہیں۔ باطن کو ظاہری آنکھ سے سنوار۔ اور جو کام ہو اس کو شریعت کے مطابق پرکھ۔ تاکہ وہ تیرے کام آسکے۔ پس طالب اور مرید وہی ہے۔ جو مرشد کے موافق ہو۔ اور عیب بین، کور چشم اور بے یقین نہ ہو۔

۱۸۔ مرشد میں پیغمبروں والی چند ایک صفات ہوتی ہیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کا سا خوف ربنا ظلمنا انفسنا اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام والی قربانی۔ حضرت ایوب علیہ السلام سا صبر حضرت جرجیس علیہ السلام سا شکر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی سی ہم کلامی حضرت خضر علیہ السلام کی سی سیر۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی سی سیف زبانی اور محبوب خدا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سا خلق اور فقر۔ مرشد ہونا کوئی آسان کام نہیں۔ مرشد اور ہادی ہونا سر الٰہی ہے۔

۱۹۔ توکل کیا ہے؟ مخلوقات کو ترک کرنا جو کہ خالق کی راہزن ہے۔

۲۰۔ کہتے ہیں کہ حجاب تین ہیں۔ نفس خلق اور دنیا۔ لیکن یہ حجاب عام ہیں۔ خاص لوگوں کے حجاب بھی تین ہیں۔ یعنی دید طاعت جس سے اپنی طاعت پر فخر کرنے لگتا ہے۔ دید ثواب جس سے اپنے ثواب کے بھروسے پر بے پرواہ ہو بیٹھتا ہے تیسرے دید کرامت جس سے اپنی کرامات کی طرف مائل و راغب ہو جاتا ہے۔

۲۱۔ خاص الخاص کے لئے۔ تین حجاب اکبر ہوا کرتے ہیں۔ اول اپنے آباؤ اجداد کے نسب پر فخر کرنا دوم عمل کے بغیر پڑھنا۔ سوم بے تصدیق قلبی پروردگار سے ارادت رکھنا۔

۲۲۔ راہ سلوک کی ابتدا فنائے نفس ہے اور انتہا فنا فے اللہ

۲۳- یہ راہ قوت تقوی سے ہاتھ آتی ہے- اور تقویٰ بھی دو قسم کا ہوتا ہے- ایک ظاہری دوسرا باطنی- ظاہری یہ کہ خلقت کی نمود کے لئے- اور نام وناموس اور شہرت کے لئے- کیا جائے- اور باطنی یہ کہ سوزش سے دل کباب ہو- اور آتش ذکر سے جان کباب ہو- خلقت کے نزدیک عاجز اور خراب احوال لیکن خالق کے نزدیک بحر حضور میں غرق بے حجاب ہو-

۲۴- لفظ درویش میں پانچ حروف ہیں- پس د سے مراد ہے کہ درد رکھتا ہو- ر سے راست دین ہو- و سے وحدانیت لا شریک لہ ی سے یاد حق کرنے والا ش سے شریعت پر عمل شرم کرنے والا مراد ہے- جو شخص ان صفات سے موصوف ہے وہ لا یحتاج بے پرواہ درویش ہے ورنہ محتاج ہے-

۲۵- نفس پرست تو سارے ہی ہوا کرتے ہیں لیکن خدا پرست بہت کم ہوتے ہیں- شہوت غصہ طمع حرص ہوا اور زینت کو روند ڈال تاکہ تو یکبارگی مرد بن جائے-

۲۶- معرفت میں تین باتیں ہیں- اول مصیبت کے وقت صبر دوم عطا کے وقت شکر سوم قضا پر راضی رہنا- جو شخص معرفت کا دعوی کرے اور یہ باتیں اس میں نہ پائی جائیں تو سمجھ لو کہ یہ سچا نہیں-

۲۷- مرشد کو لازم ہے کہ پہلے اپنا مرشد ہونا ثابت کرے- سو مرشد ہونے کے لئے- دو باتیں ضروری ہیں- ایک تو اسم ذات کے حاضرات سے طالب کو مشاہدہ میں لے جا کر دیدار سے مشرف کرے- دوسرے طالب کو بے شمار خزانوں کا تصرف بخش دے-

۲۸- طالب میں دو باتیں ہونی چاہیں- ایک یہ کہ مال و جان جس کی مرشد کو ضرورت ہو اس کے سپرد کر دے- دوسرے اس کے حکم میں رہے- جو کچھ وہ فرمائے کرے- اس کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرے-

۲۹- صاحب اجازت وہ فقیر ہے کہ جس کی نشانی کن فیکون ہے- یعنی جس چیز کو

کہتا ہے ہو جا۔ وہ حکم الٰہی سے ہو جاتی ہے۔

۳۰۔ صاحب اجازت فقیر کی ایک بات چالیس چلوں کی ریاضت سے بہتر ہے۔

۳۱۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں کوئی فقیر صاحب ارشاد و تلقین ہدایت کے لائق نہیں رہا علمی مسائل کو لیتے ہیں۔ اور وسیلے کو غلط بتاتے ہیں۔ جہاں پر طالب مولیٰ صاحب و دانش عالم اہل نظر ہیں۔ وہاں پر فقراء صاحب ہدایت بھی موجود ہیں۔ کہ کیونکہ جس دن زمین پر وہ نہیں رہیں گے۔ اس دن فرشتے زمین کو پھینک دیں گے۔

☆☆☆